کچھ میٹھا ہو جائے



نوید ظفر کیانی

کچھ میٹھا ہو جائے

نوید ظفر کیانی

مکتبہ ارمغانِ ابتسام
mudeer.ai.new@gmail.com



اپنے غموں کے نام

جو مجھے ابھی تک زیر نہیں کر سکے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کیا کیا کہاں کہاں



ظفرانیات



یوں گدگدا کے ہنسانا تو سب کو آتا ہے
مزا تو جب ہے کہ ظفرانیات سُن ساقی!



مری جان! جوکھم میں ڈالو مجھے
کسی روز اپنا بنا لو مجھے

دکانِ تمنا پہ کیسی جھجک؟
میں کھوٹا نہیں ہوں، چلا لو مجھے

میں کب تک حسینوں کے پیچھے رُلوں
تمھیں اپنے آگے لگا لو مجھے

کوئی چاند غرفے سے ہو کر طلوع
مشن سونپتا ہے ''اپالو'' مجھے

میں سسرال میں ''مینا'' ہوں تو کیا
سمجھتی ہے دنیا ''دیالو'' مجھے

شناسائی کا زعم کس کام کا
کوئی جب کہے ”تجھو نالو؟“ مجھے

خصم ہوں، ہمیشہ رہوں گا خصم
میں طوطا نہیں کہ سدھا لو مجھے

کھپوں میں کہاں تک جوابات میں
کرو تنگ نہ یوں سوالو! مجھے

یہی تو زمانے کا دستور ہے
میں دب جاؤں تو تم دبا لو مجھے

ترا سچ مسلسل ہی کھولائے دے
اِسی آنچ میں اب اُبالو مجھے

شکایت مجھے بھی سماعت کی ہے
ظفؔر شعر اپنے سنا لو مجھے



نظر نہ آئے ہماری الفت کو کوئی ماوا، ترے علاوہ
ہر ایک لڑکی کو دیکھ آئے ہیں اماں باوا، ترے علاوہ

ترا ہی جلوہ ہے جس پہ یلغار کرتے رہتے ہیں میرے جذبے
مری تمناؤں نے نہ بولا کسی پہ دھاوا، ترے علاوہ

میں جانتا ہوں، تو ایک موٹی سی توند والے کی ہو گی آخر
میں مانتا ہوں، نہیں ہے میرا کوئی مداوا، ترے علاوہ

جواب میں اور سب حسینوں نے اپنے سینڈل پہ کی توجہ!
کہا نہیں ہے کسی نے میری وفا کو شاوا، ترے علاوہ

تو کیا سبھی لڑکیوں میں اِن بلٹ ضعف ہو گا بصارتوں کا
دکھائی دیتا ہوں ہر کسی کو میں کیسے باوا ترے علاوہ

حیات کی رہگذر میں سب نے اڑنگیوں پر اڑنگیاں دیں
کسی کا بنتا نہیں ہے مجھ پر کوئی بھی دعویٰ، ترے علاوہ

او خان! تو نے یہ کیسی تبدیلیوں کی بھٹی میں جھونک ڈالا
وطن میں اب تو بگڑ گیا ہے سبھی کا آوا، ترے علاوہ

اگر کرپشن کی آرزو تھی تو ساتھ کرتے سیاستیں بھی
اُڑے سبھی ''نیب کھوجے'' لیڈر، بنے چھلاوا، ترے علاوہ

تجھی بتا دے کہ تیرے ہاں میں سفارشیں کس کی لے کے آؤں
ترے فدائی کی کوئی اپروچ ہے نہ پاوا، ترے علاوہ

میں ایروں غیروں کی قسموں پہ بھی یقین کرتا نہیں ہوں مطلق
مجھے رقیبوں کا کون دے گا بھلا ڈراوا، ترے علاوہ

تمام یارانِ کج ادا میں مشاورت سے یہ طے ہوا ہے
نہیں ہے اچھا کوئی جہاں میں مرے علاوہ، ترے علاوہ



ڈھونڈتا ہے تو عبث خوب سے خوب
کوئی ہوتا نہیں محبوب سے خوب

چائے بھی مے کی طرح پیتا ہوں
لطف لیتا ہوں میں مشروب سے خوب

غلطیاں املاء کی اِتنی، توبہ!
کھل گیا ہے کوئی مکتوب سے خوب

اور کیا عشق میں کر پائے ہیں
حظ اٹھایا غمِ مکسوب سے خوب

محض ہاکی کی پریکٹس کے لئے
کوئی کھیلا دلِ مغصوب سے خوب

وہ تو مطلوب تھا پولیس کو بھی
سو ملی آپ کے مطلوب سے خوب

کس قدر اگلے نے کھل کھیلا ہے
کھل گیا لیڈرِ محسوب سے خوب

سارے وہموں کا صفایا کر دو
ذہن ہو جائے گا جاروب سے خوب

قوم کو دیتا رہا بھاشن بھی
کام لیتا رہا مکذوب سے خوب

فیول کے ریٹ کیا اس کے بھی بڑھے؟
ملنے آیا کوئی مرکوب سے خوب!

بے مزہ ہوتے نہیں ہیں مجھو
آشنا ہیں مرے اسلوب سے خوب

آئے ہیں آپ کی اردل میں ہم
کام کروایئے مغلوب سے خوب

آپ کی طرح تھے ہم بھی نازاں
ربط تھا آپ کے منسوب سے خوب

اِس قدر خشک طبع تھے تو ظفرؔ
فیض پاتے رُتِ مرطوب سے خوب



اِس لئے بگڑا ہوا ہے دیکھنے کا زاویہ
اُن کی نظروں میں در آئی ہے ادائے طنزیہ

حسن ہے کس رنگ کا جو تیرے پنڈی میں نہیں
کیوں کسی سے ملنے کو جاتے ہو سکنہ پھالیہ

بادشاہ سمجھے نہ سمجھے اپنے شوہر کو مگر
اپنے اپنے گھر میں ہر بیوی ہے ملکہ عالیہ

اگلے ہنگامے تلک ہر پیش قدمی ملتوی
ازدواجی معرکے ، نہ المیہ نہ طربیہ

عارضۂ عشق نے ٹلنا نہیں ہے خود بخود
پیر مولا بخش ہے اس کا علاجِ شرطیہ

جب سیاسی اینٹ کتے ایک ہو سکتے ہیں تو
کیوں رقیبوں سے نہیں ہو سکتا تیرا تصفیہ

کوئی لاثانی نہیں "دنیائے تو تو میں میں" میں
ہم نے تو ہر ثانی کی قسمت میں دیکھی ثانیہ

عشق نے جوڑوں کی مت ماری ہوئی ہے کس قدر
پارک میں بیٹھے ہیں اور درکار اِن کو تخلیہ

مانو نہ مانو صحافت اب اِسی کا نام ہے
جتنا گڑ ڈالو گے اُتنا میٹھا ہو گا تجزیہ

اِس کو ستر پوشی مفہوم بھی درکار ہے
شاعری پہنے ہوئے تو ہے ردیف و قافیہ



مری وفاؤں کو ٹھینگا دکھا کے چلتے بنے
کہ حسن والے تو ماموں بنا کے چلتے بنے

میں تھک گیا ہوں کوئی بات یاد کر کر کے
کہا ہے کیا کہ وہ بوتھا سُجا کے چلتے بنے

وہ اُن کے حسن پہ ایمان ایسا لائے تھے
بتوں کو پوُج کے، بندے خدا کے چلتے بنے

رومانیت کوئی دیکھی نہ باد و باراں میں
نہانے کے لئے نکلے، نہا کے چلتے بنے

کیا ہے مبتلا سُسروں نے کن مصائب میں
تمام جذبے دلِ مبتلا کے چلتے بنے

تہی تھی توند کی ٹینکی، سو وہ ولیمے پر
مہینے بھر کا ذخیرہ دبا کے چلتے بنے

مقابلے کے لئے آئے تھے کئی چیلنج
ہمارے کچھوؤں کو خرگوش پا کے چلتے بنے

کھڑی تھی قوم لئے اپنا دل ہتھیلی پر
مگر وہ قومی خزانہ چرا کے چلتے بنے

عجیب نائی صفت تھے ہمارے لیڈر بھی
عوام الناس کی ٹنڈیں بنا کے چلتے بنے

دکھا دکھا کے ہمیں دستِ راست کا مُکّا
ہماری گچی پہ بایاں ٹکا کے چلتے بنے

مشاعرے کو بھی کنسرٹ کر دیا ہے ظفرؔ
غزل سنانے کو آئے تھے، گا کے چلتے بنے



پایا ہے رام رام کا جپنا کہاں کہاں
پہلو لہولہان ہے اپنا کہاں کہاں

تھانے کی سیر کر تو چکا ہوں میں خیر سے
لے جائے گا جناب کا سپنا کہاں کہاں

اِس سمت جورِ جورو، اُدھر حسنِ بے حجاب
لکھا ہے میرے دل کا تڑپنا کہاں کہاں

تقدیر نے رکاوٹیں رکھ دیں جگہ جگہ
ایتھلیٹ بن کے ہم نے ہے ٹپنا کہاں کہاں

قابو کروں بے ساختہ پن کو میں کب تلک
ہو گا تمھارے باپ نے تپنا کہاں کہاں

خوش ہے گریجویٹ کہ ڈگری تو مل گئی
مت پوچھ اس نے کل کو ہے کھپنا کہاں کہاں

کس پینترے کی آڑ میں پائے گا عافیت
فدوی کو ہے نصیب نے نپنا کہاں کہاں

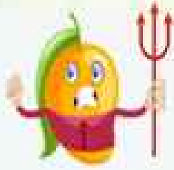
جلوہ تو اِس کا پیر کے دربار میں بھی ہے
دیکھا گیا ہے چرس کا گھپنا کہاں کہاں

ہمدردیاں کمائے گا کس کس حسین کی
کام آئے گا کسی کا کلپنا کہاں کہاں

مسجد میں بھی ٹکر گیا استادِ فن کوئی
لکھا ہے میری جیب کا کپنا کہاں کہاں

''لاحول'' اُس نے برسرِ بازار جب سنا
پوچھا گھما کے تھوبڑا اپنا ''کہاں؟ کہاں؟''

رکھ دی ہے فیس بک پر غزل ہم نے، کیا خبر
اِس نے ہے کس کے نام سے چھپنا کہاں کہاں



یونہی فدوی کی بھی دنیا ہو مثالی دنیا
جس طرح بہرِ غزالہ ہے غزالی دنیا

آپ نیویارک میں پھرتے رہیں چندھیائے ہوئے
میرے حصے میں تو ہے نجمی ہلالی دنیا

ہائے یہ کیسی ہوس ہے کہ جو مٹتی ہی نہیں
ہر سے کرتی نظر آئے جگالی دنیا

مجھ کو محرومی کا احساس نہیں کھا سکتا
بلکہ یہ دنیا تو ہے خام خیالی دنیا

میں تو اس کے لئے جیون کو بھی تج بیٹھا ہوں
میری بن کر نہیں دیتی ہے یہ سالی دنیا

ایسے کلجگ میں شرافت کیوں دکھائی تھی بھلا؟
بے وجہ دیتی نہیں ہے کبھی گالی دنیا

دردمندانِ زمانہ کی بھی سُنتی کچھ تو
ہر مداری کے لئے پیٹتی تالی دنیا

اُس کو مرلوں کی زباں کیسے سمجھ میں آئے
جس کی دنیا ہو گئی ایک کنالی دنیا

یہی میک اپ ہے جو اِس دورِ وبا میں ''اِن'' ہے
نور کا ماسک لگائے ہے یہ کالی دنیا

ایسے بن ٹھن کے کوئی نکلا ہے اپنے گھر سے
پھاڑ کر رہ گئی منہ، تاڑنے والی دنیا

حسن والوں نے کسر کون سی چھوڑی تھی ظفؔر
کیوں ''کرونا'' سے ہوئی اور وبالی دنیا



کرتا رہے ہمیشہ شکر خور اور اور
چوکے نہ کہنے سے یہ لب گور اور اور

اُڑتے رہیں زمانے کی اونچی ہواؤں میں
ڈھیلی خدا ہماری کرے ڈور اور اور

یہ راہ پوچھنے پر کھلا ہم پہ بارہا
پنڈی کچھ اور اور ہے لاہور اور اور

جس روز تیرا سانڈ سا بھائی ٹکر گیا
کرنا ہے تیرے عشق نے ''نو مور'' اور اور

تبدیلیاں تو آتی رہی ہیں ہزارہا!
لیکن ہے آج کل کا نیا دور اور اور

جلوؤں کا حلوہ جب بھی میسر ہوا اِسے
چلائی مولوی سی نظر اور اور اور

چہرے سے تو یتیمی کلرکی کی نہ گئی
ورنہ تھی افسری کی ذرا ٹور اور اور

جیلوں میں سڑنے والے ہیں ہم آپ سے غریب
دیکھے مقنّنہ کے کفن چور اور اور

پولی کلر سے میں بھی چمک کر ہوں دستیاب
بدلی ہو زلفِ یار کی گھنگھور اور اور

درشن تو دلنشیں ہیں ، مشاعرہ سہی
ہے ہے، میں کیسے ہونے لگا بور، اور! اور!



تیرے ویروں کا ہو مقصد مجھے دھونا جیسے
اور اس طور کہ لسّی کا بلونا جیسے

کوسنے دے کے مجھے ایسے کوئی دیکھتا ہے
کہنا چاہتا ہو کہ ''کچھ تم بھی کہو نا'' جیسے

یوں گیا اُس کے لئے دنیا کے کونے کونے
گول چیزوں کا بھی ہو سکتا ہو کونا جیسے

اپنے سُسروں کو بنا رکھا ہے قبلہ اپنا
چل گیا ہو کوئی جادو، کوئی ٹونا جیسے

یوں اُسی شوخ سے چاہتا ہوں جراحت دل کی
یہ ہنر بھی ہو کوئی سینا پرونا جیسے

سوئے در اُٹھتی ہیں رہ رہ کے نگاہیں سب کی
کوئی معنی نہیں رکھتا میرا ہونا جیسے

اس طرح دیتے نہیں طفل تسلی ناصح!
دے کے بہلاتے ہیں بچے کو کھلونا جیسے

مل نہ پایا جو قرنطینہ سمجھداری کا
مار ڈالے گا مجھے دل کا کرونا جیسے

کم نہیں ایسے بھی شاہکارِ جہاں کہ جن سے
فیض پانا ہے کسی کٹے کو چونا جیسے

یوں کوئی دیکھتا ہے جامِ جوانی کی طرف
ایک ہی سانس میں پی جائے گا پونا جیسے

خادمِ قوم کے آگے ہے بھلا قوم کیا شے
دیو کے سامنے آ جاتا ہے بونا جیسے



وہ خاک آئیں گے ہمیں نظر وباء کے بعد بھی
نقاب میں رہیں گے فتنہ گر وباء کے بعد بھی

میاںِ جن و بھوت ہی بنانا ہو گا مستقر
رہا جو شہر صورتِ کھنڈر وباء کے بعد بھی

وہ میری فاتحہ کے واسطے بھی آ نہ پائیں گے
کچھ ایسا پڑ گیا دلوں میں ڈر وباء کے بعد بھی

وباء سے قبل بھی ڈراتی تھی، سو کاٹ کھائے گی
نیوز چینلوں کی ہر خبر وباء کے بعد بھی

توقعات وصل کی بجا مگر کرو گے کیا؟
اگر گئی نہ وہ ''اگر مگر'' وباء کے بعد بھی

رہے گا آسمان بوس قیمتوں کا بانکپن
نہ ہوگا ''ث'' کے بھاؤ میں ثمر وباء کے بعد بھی

فراغتِ وباء نے جس کو پال کے بڑا کیا
وہ توند رہنی ہے بدن بدر وباء کے بعد بھی

اگر یہ دھوپ کی وجہ سے تھا (وہ جیسا کہتے ہیں)
تو سانولا ہی کیوں رہا کلر وباء کے بعد بھی

یہ جان لیں کہ آپ کو کرونا جانتے ہیں وہ
ملیں لگا کے سینیٹائزر وباء کے بعد بھی

وہ عادی ہو کے رہ گئے ہیں، تخلیہ نہ چھوڑیں گے
سو تاڑ میں نہ آئیں گے ظفر وباء کے بعد بھی



چشمِ دلبر نہ ہو، بھالا ہو تو کیا کرتے ہیں
اِس قدر رُوپ نکالا ہو تو کیا کرتے ہیں

ہو جو پُرلطف بہانہ تو بھرم رہ جائے
یار نے سر سے ہی ٹالا ہو تو کیا کرتے ہیں

اُس پڑھاکو نے مجھے نامۂ الفت لکھا
علمی و ادبی مقالہ ہو تو کیا کرتے ہیں

ناز و انداز سے جو ''اُئی'' مچائے ہوئے ہو
نام بھی اُس کا ''اُجالا'' ہو تو کیا کرتے ہیں

دال کو اُس نے معمہ سا بنا رکھا ہے
اس میں بریانی مسالا ہو تو کیا کرتے ہیں

جس کی انگنائی میں پھیلی ہوئی وحشت ہے بہت
وہی ہونے والا سالا ہو تو کیا کرتے ہیں

پارلر میں سے نکلتی ہو کہیں فصلِ خزاں
اور چہرہ گل و لالہ ہو تو کیا کرتے ہیں

گھر میں دے رکھی ہو ظالم نے ڈنر کی دعوت
اور دروازے پہ تالا ہو تو کیا کرتے ہیں

عشق چپ چاپ تو کشمیر نہیں بن سکتا
حسن شعلۂ جوالا ہو تو کیا کرتے ہیں

ہیر رانجھے کی کہانی ہو، پر اب کے کھیڑا
کوئی پھپھو، کوئی خالہ ہو تو کیا کرتے ہیں

پاؤں پھیلانے کو کھولی ہو فقط سہ مرلہ
آرزو چار کنالہ ہو تو کیا کرتے ہیں

جیسے بر میں تمھیں درکار ہے حسنِ وافر
وہ بھی یہ ڈھونڈنے والا ہو تو کیا کرتے ہیں

مسئلہ جو تیرے غصے نے کیا ہے پیدا
اُس کا حل صرف حلالہ ہو تو کیا کرتے ہیں

گرمجوشی سے بہت میں تو ملا تھا اُس سے
پھر بھی وہ بولا نہ چالا ہو تو کیا کرتے ہیں

جس کے اِن باکس سے بے نیل و مرام آیا ہوں
وہ اگر اپنی غزالہ ہو تو کیا کرتے ہیں

شب دیجور ہو، بجلی بھی ہو غائب غلہ
اور مہمان بھی کالا ہو تو کیا کرتے ہیں

ایسا اندازِ تخاطب ہو کہ جل بھن جاؤں
صورتِ بیضا اُبالا ہو تو کیا کرتے ہیں

اُن کے "دُر" کہنے سے بھی باز نہ آئے ہرگز
کوئی اِس درجہ جیالا ہو تو کیا کرتے ہیں

کوئی روزی کا ہو دشمن تو اُسے لات جڑیں
ہم نوالہ و پیالہ ہو تو کیا کرتے ہیں



جب مددگار بنے پیڑ کی ڈالی ڈولی
دور کب ہے یہ ترے غرفے کی جالی جولی

فیس بک پر کوئی بنتا رہا غالب والب
قوم کی فکر میں ہم بھی رہے حالی حولی

یار لوگوں میں بھلا کون کسے بتلائے
دوستو! شیریں مقالی نہیں گالی گولی

اُس کے دل میں ہے ہمیشہ سے ٹھرک پھولوں کی
کبھی گلشن میں لگاتا نہیں مالی مولی

خاک عاشق ہے کہ تحفے ہیں نہ سوغاتیں ہیں
بس یونہی پیار کیے جاتا ہے خالی خولی

سیلری ساری اِسی بھینٹ چڑھا دیتا ہے
ہر میاں کے لئے بن جاتی ہے سالی سولی

کون فرمائشیں سنتا ہے بھلا بیوی کی
گوشِ محبوب کو لے آتا ہے بالی بولی

دیدۂ شوق پہ عینک جو لگا لیں دل کی
ہم کو میڈونا نظر آتی ہے کالی کولی

لاک ڈاؤن نے بھی کیا ظلم کمایا، توبہ!
سرخی ورخی وہ لگا پائے نہ لالی لولی

اِتنی بدنامی کے چھینٹے کہاں پڑتے تھا یہاں
بند لگتی ہے ترے کوچے کی نالی نولی

جب گویّے کی طرح غزلیں سنائے شاعر
ہم بھی سنگت میں بجا لیتے ہیں تالی تولی



پارلر میں جب ہوا اُس کے نکھر جانے کا کام
میرے ذمہ لگ گیا سو جاں سے مر جانے کا کام

لوگ ناحق عشق کے بھاؤ خریداری کریں
عقد کرنا تو بذاتِ خود ہے ہر جانے کا کام

جس طرح کتّے کی دُم سیدھی نہیں ہوتی کبھی
پولیٹیشن کر نہیں سکتا سدھر جانے کا کام

آپ پر ایمان لے آئی ہے میری سادگی
ہو گیا ہے آپ پر واجب مکر جانے کا کام

دیر کیا شب کو ہوئی، شادی شدہ گھبرا گئے
گھر کو جانا بھی ہوا بہرِ غدر جانے کا کام

پھر وہی گھر میں ہے اپنے ازدواجی معرکہ
پھر وہی بیگم کا میکے روٹھ کر جانے کا کام

توڑ لاؤں گا ستارے میں تمھارے واسطے
رہ گیا اس کے لئے بس چرخ پر جانے کا کام

میں نے منگوا لینا ہے تیرے لئے پیزا و کوک
چھوڑ دے کل پر اگر تو ہمسفر جانے کا کام

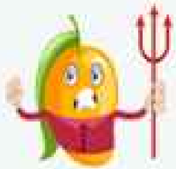
ہائے اب تو میٹرو پر لگ گیا ہے ٹیکس بھی
اب تو وارے میں نہیں ہے تیرے گھر جانے کا کام

دل نہ چاہے تو گلی کے موڑ تک جانا بھی ہے
نیل کے ساحل سے تابہ کاشغر جانے کا کام

اِن کے ٹھینگے سے کوئی کیدو بڑھے، کھیڑہ چڑھے
بھائی رانجھے کو نہیں آتا ہے ڈر جانے کا کام

جیسے انگنائی میں دندناتے ہیں ، ویسے کیجئے
ایک دن سسرال میں سینہ سپر جانے کا کام

آپا دھاپی کے زمانے میں تجھ ہی پر پھبتا ہے
اِس قدر عجلت میں نظروں سے اُتر جانے کا کام



خود کو بنا کے آپ کا دولہا خیال میں
کرتے ہیں آپ اپنا تماشا خیال میں

ہونا ہے اُس کی چلمن سے ایسا اشارہ بھی
ڈالیں گے کوئے یار میں بھنگڑا (خیال میں)

جیسے جہاد یہ بھی عدو کے خلاف ہو
لہرا کے رہ گئے ہیں وہ مکا خیال میں

جو دل کی بات تھی وہ کسی کو سنا ہی دی
تقریر کر کے رہ گیا گونگا خیال میں

ہم عید تو منائیں گے، مہنگائی ہے تو کیا
قربان کر کے آئیں گے بکرا خیال میں

مکار کس قدر ہیں کلینز بسوں کے بھی
دے کر چلے ہیں ہم کو بقایا خیال میں

یوں دانت کچکچائے ہمیں دیکھ دیکھ کر
کچا ہی جیسے کھائے گا انڈیا خیال میں

ناخن بڑھا کے زخم ہی دینا ہے سوچ کو
بس ٹانٹ ہی کھجائے گا گنجا خیال میں

پچھلی دفعہ بھی چائے انڈیلی تھی ناک میں
آئے نہ اب وہ شوخ خدایا خیال میں

ڈر ہے یہاں بھی ہم کو "فِٹے منہ" نہ بول دے
دیکھے جو ہم کو شعر سناتا خیال میں

نہلا کے اُس کو بھیجا ہے ابرِ شریر نے
جو تھا سدا سے چاند کا ٹکڑا خیال میں

جب فیس بک پہ آئے گا، رہ پائے گا کہاں
کچھ فلسفہ تو جھاڑے گا بونگا خیال میں



شیخ جی کی دوڑیں ہیں، گائنی کا موسم ہے
سالِ نو کے ماڈل کی حاضری کا موسم ہے

قوم سے کرپشن کی سلوٹیں نکلنی ہیں
لانڈری میں ڈھلنا ہے، استری کا موسم ہے

ہر کوئی دکھاتا ہے پینترے سیاست کے
کارواں ہے اور وہمِ رہبری کا موسم ہے

یہ اپوزیشن ہے بھان متّی کا کنبہ
بوزنے کا غوغا ہے، باندری کا موسم ہے

سلب ہوگئی پھر سے بھونکنے کی آزادی
بولتی پہ پہرے ہیں، راستی کا موسم ہے

ایک مدت سے اپنے ایک سے ہیں روز و شب
لگ رہا ہے کہ جیسے جنتری کا موسم ہے

خانگی اسیری کے جشن ہر سو جاری ہیں
ہر طرف ہیں باراتیں، ہتھکڑی کا موسم ہے

اب تو صحن میں پھرتی مرغیاں نہیں کٹتیں
اب مہمانداری بھی بیکری کا موسم ہے

سانپ کی طرح وہ بھی ہر طرف سے نکلے ہیں
گویا کن کھجوروں کی کینچلی کا موسم ہے

ہیں ظفرؔ نوا پیرا ، بلبلیں بھی کوّے بھی
ہر طرح کی بولی ہے شاعری کا موسم ہے



اچھوں کا بھی بھلا کب بے دید سوچتے ہیں
یہ جب بھی سوچتے ہیں تنقید سوچتے ہیں

ہو نہ وصال کی شب گو وینٹ گون تب تک
ہم عرضِ دل کی جب تک تمہید سوچتے ہیں

یہ لیڈرانِ قومی کا بن چکا وتیرہ
دے کر بیاں پھر اُس کی تردید سوچتے ہیں

تفہیمِ عشقِ شیخاں، کچھ ہے تو بس یہی ہے
ظالم ہمیشہ بہرِ تولید سوچتے ہیں

وہ ہیں کہ ہر قدم پر دیتے پھریں اڑنگی
ہم ہیں کہ پھر وفا کی تجدید سوچتے ہیں

اس واسطے ہم اُن کو بجو سے لگ رہے ہیں
ہر شے کو ہی بہ رنگِ تجرید سوچتے ہیں

کہتا تھا کون کس کو جمہوریت کا دشمن
کرتا ہے کون کس کی تائید، سوچتے ہیں

کیا ہم میں اور رقیبوں میں فرق کچھ نہیں ہے
کیوں تاس کر رہی ہے ناہید، سوچتے ہیں

اُس کا تو کیس تھا کچھ تھانہ کچہری والا
کیوں قیس کی کریں ہم تقلید، سوچتے ہیں



دنیا میں ہو کرپشن کے حقدار صرف تم
سمجھے ہو اقتدار کی اقدار صرف تم

پتلونوں والے گھور رہے تھے بری طرح
پہنے ہوئے تھے بزم میں شلوار صرف تم

گھر والے کیوں سوار ہیں اعصاب پر یونہی
گھر پر گزارتے ہو کیا اتوار صرف تم

کیا پھر نئی کریم لگا بیٹھے ہو کوئی
سب سے چھپائے پھرتے ہو رخسار صرف تم

بنتے تھے لیلیٰ، مجنوں مگر عقد جب ہوا
لگتے ہو ٹام و جیری کے کردار صرف تم

یوں آدھی آدھی رات کو محوِ ریاض ہو
جیسے ہو اس جہاں میں گلوکار صرف تم

شیطان کے بھی باپ ہو مکر و فریب میں
اوڑھے ہوئے ہو وقت کی رفتار صرف تم

کچھ لوگ پیشہ ور ہیں تو کچھ لوگ خو میں ہیں
دنیا میں بن نہ پائے ہو لوہار صرف تم

سب چھوٹتے ہی کرتے ہیں فرمائشِ سخن
گویا سبھی کو لگتے ہو بیکار صرف تم



چوروں کی سیاست بھی تماشے کی طرح ہے
اب اپنی معیشت بھی بتاشے کی طرح ہے

بڑھکیں کسی پنجاب کے ہیرو کی طرح ہیں
صحت کوئی دیکھے تو وہ لاشے کی طرح ہے

کب توند تمنا کی بھری جائے گی اِس سے
امید کا پیکج بھی تو ساشے کی طرح ہے

لیڈر میں بھی در آئے ہیں اطوار زنانہ
تولے کی طرح ہے کبھی ماشے کی طرح ہے

وہ خط بھی جو لکھتا ہے تو کیا دھانسو قسم کا
چالان کے مرقوم تراشے کی طرح ہے

کیا جانئے، بھر جاتا ہے کیوں چھالے زباں پر
جو آم کے کاٹے ہوئے قاشے کی طرح ہے

باور نہ کرا پایا میں بچھڑے ہوئے خاں کو
''جی آیاں نوں'' سرکار کے ''راشے'' کی طرح ہے

ظالم نے ''چول پن'' کا نیا رنگ نکالا
مرزے کی طرح ہے نہ وہ پاشے کی طرح ہے

پھٹکار بھی اُس پر ہے، مرا پیار بھی ہے وہ
وہ بت کہ سیاست کے مہاشے کی طرح ہے



تیری الفت کو گر حیا آتی
کیوں مری ساری عمر کھا جاتی

پوری تعزیرِ عشق کاٹوں گا
یونہی چھٹتا نہیں حوالاتی

نیب سڑیل ہے، خوش نہیں ہوتا
دیکھ کر اوروں کی خوش اوقاتی

میں تو پڑھ ہی نہیں سکا ہوں کبھی
ڈاکٹر کی عجب ہے خطاطی

مل گیا ہے کوئی غلط نمبر
غیر معلوم ہے ملاقاتی

تیرے کوچے میں ہوں یوں منہ پھاڑے
شہر آیا ہو جیسے دیہاتی

حسن شرما کے رہ گیا تجھ سے
تیرا میک اپ ہے کیا کرشماتی

قوم کا مال کھائے ہے لیڈر
شان و شوکت ہے ساری خیراتی

جوتیاں لے گیا ہے مسجد سے
کون پنڈی میں ہے یہ گجراتی

چیختا ہوں ظفرؔ جو بہروں میں
ہو گیا ہوں میں یونہی جذباتی



تبدیلی کا کچھ خاص نتیجہ نہیں نکلا
خرگوش کے افسانے سے کچھوا نہیں نکلا

اُمیدوں نے انڈوں کو بہت عرصہ سہا ہے
افسوس کہ اب تک کوئی چوزہ نہیں نکلا

میں نے تیرے وعدوں کے تقدس کو مری جاں
دھو دھو کے بہت دیکھا ہے، دھوکا نہیں نکلا

پولیس میں کیا آپ نے جھک ماری ہوئی ہے
ناکے سے اگر آپ کا خرچہ نہیں نکلا

تیور تو ترے ''دُر فٹے منہ'' کہتے رہے ہیں
محفل سے مگر الو کا پٹھا نہیں نکلا

جو بھوت ہے لاتوں کا وہ باتوں سے نہ مانا
پھینٹا جو رقیبوں نے تو نکلا نہیں نکلا؟

مجنوں میاں تشریف پہ کھا کر گئے لاتیں
لیلیٰ کی گلی سے سگِ لیلیٰ نہیں نکلا

خبریں تو بہت مردہ ضمیری کی ہیں جگ میں
یہ بات الگ ہے کہ جنازہ نہیں نکلا

اب تک ہے لٹیروں کی وہی شان وہی آن
کیا خاک کنواں پاک ہو، کتا نہیں نکلا

صورت پہ تو حرفت کے طلسمات بہت ہیں
لیکن میرے اندر کا بڑھاپا نہیں نکلا

نیرنگیٔ دوراں نے بدل ڈالی ہے ہر شے
انصاف کی داڑھی سے ہی تنکا نہیں نکلا



تمھارا پیار نہ کرے گا مجھ کو سوٹ شکریہ
افورڈ کر نہ پاؤں گا میں ٹوٹ پھوٹ شکریہ

اُسے خبر نہیں کہ مجنوں کا ہوں میں جماعتیا
رقیب مجھ کو کہہ رہا ہے رنگروٹ، شکریہ

ملے یا نہ ملے کچھ اس سے فرق پڑنے کا نہیں
ٹومیٹو سے بھلے ہیں صبر کے فروٹ، شکریہ

ہم اہلِ دل کو بھی تو ملنی چاہئیں سہولتیں
تری گلی کو جائے میٹرو کا روٹ، شکریہ

میں صادق و امین ہوں تو بھیدی معترض ہے کیوں؟
جو پکڑا نہ گیا، وہ کاہے کا ہے جھوٹ، شکریہ

غزل مشاعرے میں تو سنائی تھی کمال کی
کیا ہے شوقِ گائیکی نے اُن کو ہوٹ شکریہ

محاذِ جنگ سے تو خیریت سے لوٹ آیا تھا
تمھاری نظروں نے کیا ہے مجھ کو شوٹ، شکریہ

جو نیب چکنی مچھلیوں کو "ویک کیس" کر کے دے
مجھے بھی دیجیے گا اس قسم کی چھوٹ، شکریہ

غریب کب سے گھات میں ہے کہ بدل ہی لے ظفر
نماز پڑھنے آیئے پہن کے بوٹ، شکریہ



رفاقتوں کا مناسب صلہ نہیں دیں گے
اڑنگی دے کے اگر وہ گرا نہیں دیں گے

وہ دیتے پھرتے ہیں مس کال ہی فدائی کو
تو کیا مرض کے مطابق دوا نہیں دیں گے؟

پہاڑ کاٹنے ہوں گے کہ حسن والے انہیں
سکوں سے دستِ حنائی تھما نہیں دیں گے

نہیں ہیں بھونپو کہ کرتے پھریں وہ پوں پوں پوں
"تمھارے شہر میں کوئی صدا نہیں دیں گے"

انہیں خبر ہے کہ ضد کر کے لے گی کچا گھڑا
سو سوہنی کو وہ مناسب گھڑا نہیں دیں گے

یہ ڈاکٹر ہیں جو امراضِ جنس کے ماہر
کسی کی لیلیٰ کو مجنوں بنا نہیں دیں گے؟

یوں بے دھیانی میں ٹپکا کریں نہ منہ دھو کر
دکھا کے چہرہ میاں کو ڈرا نہیں دیں گے

ابالِ خون نہ جائے گا بھائی لوگوں کا
دو ہاتھ گچی پہ جب تک ٹکا نہیں دیں گے

اگر اداؤں کی گگلی یونہی کراتے رہے
تو پھر وہ کیا میری وکٹیں گرا نہیں دیں گے

یہ خود سے عہد ہے شادی شدوں کا بعد از عقد
اب اپنا ہاتھ بہ دستِ قضا نہیں دیں گے

ترا حبیب تری قدر کیوں نہیں کرتا
ترے رقیب تو دادِ وفا نہیں دیں گے



رہ گیا ہوں پھنس کے یوں سسرال اِس تعطیل میں
جیسے ملزم آ گیا ہو نیب کی تحویل میں

تکتا تھا یوں جیسے نثری نظم منہ پر ماری ہو
مدعا اُس سے بیاں جب بھی کیا تفصیل میں

کچھ نہ کچھ تو ہو گیا ہے ربطِ باہم کو صنم!
آپ گرگٹ بن گئے یا ہو گیا تبدیل میں

ہر کرپٹ نسوار بن کر داڑھ کے نیچے پھنسا
ا؟ رہے ہیں خان صاحب ڈیل میں نہ ڈھیل میں

لیڈرانِ قوم کی توندیں وسیع ہیں اس لئے
سارا پاکستان ڈالیں عمرو کی زنبیل میں

کیا کہیں یارو اب ایسے الو کے پٹھے کو ہم
''الوٗ'' کو''ابوٗ'' پڑھا ہے جس نے کچھ تعجیل میں

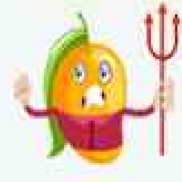
عشق دنیا میں سدا خوار و زبوں رہتا ہے کیوں؟
کیدو کا کیا کام ہیر ورانجھا کی تمثیل میں

بات کر کے دیکھتے اپنے فدائی سے کبھی
خود کو دے دیتا اڑنگی حکم کی تعمیل میں

کرتا ہے پہلو تہی اس سے شریف انسان بھی
جب''شرافت'' کا افادہ ہو ذرا تقلیل میں

لے اُڑے شاگرد اب کے منصب استاد بھی
لیڈروں کا ہاتھ ہے شیطان کی تعزیل میں

آپ ہی اپنی اداؤں پر نظر ڈالیں ظفؔر
یونہی منہا کب ہوئے ہیں زیست کی تعدیل میں



وہ گھوم پھر کے لینے چلے پھر وہی مکاں
خالی نہ تھا کرائے کی خاطر وہی مکاں

اِس بات پر کھڑے تو ہوئے ہوں گے کان کچھ
کیوں چاہتے ہیں حضرتِ شاعر وہی مکاں

بس یہ ہے کہ یہ کوچۂ دلدار میں نہیں
یوں دیکھنے میں تو ہے بظاہر وہی مکاں

بیکا نہ بال کر سکا کٹیا کا زلزلہ
تھے جس قدر بلند، گئے گر وہی مکاں

یکلخت تیرا بھوت نکل آئے نہ کہیں
اِس کو قرار دیتے ہیں ماہر وہی مکاں

وہ جس کو سوچنے سے تصور کو چک پڑے
دیں گے بنا کے خان کے ساحر وہی مکاں

راہوں میں ازدواجی خلفشار کون دے
بہرِ سرائے مانگے مسافر وہی مکاں

اب لے چلا ہے حسن جہاں گھیر گھار کے
بن جائیں نہ ہمارے مقابر وہی مکاں

اے جذبِ کاہلی تیرے اندر وہ زور ہو
ہو جائے میرے سامنے حاضر وہی مکاں

گلشن میں اُس کو خطرۂ ڈینگی نہ ہو کہیں
کیوں چاہے چھپانے کو طائر وہی مکاں

اک دن وقوعہ ایسا ظفرؔ اس کے ساتھ ہو
ڈھونڈے نہ تیرا حامی، تیرا ناصر وہی مکاں



تاڑُوو! حسرتِ دیدار کی باتیں ہی سہی
آج بیکاروں میں کچھ کار کی باتیں ہی سہی

بے وجہ "طعنۂ کلموہی" کہاں دیتی ہے
اپنی گھر والی کے ریڈار کی باتیں ہی سہی

اور پنجاب میں کچھ ہوتا نظر آتا نہیں
خادمِ اعلیٰ کی (بُزدار کی) باتیں ہی سہی

بے گناہوں پہ بھی ممتا کا کوئی چھینٹا ہو
ہر طرف مجرمِ بیمار کی باتیں ہی سہی

یہ بھی رنگینی میں اسکرٹ سے بڑھ کر ہوں گی
شیخ کے جبہ و دستار کی باتیں ہی سہی

ذکر فدوی کا کسی طور گوارہ کر لو
آج پتلونوں میں شلوار کی باتیں ہی سہی

آپ بھی روٹی کو "چوچی" نہیں کہتے صاحب
میری باتیں کسی فنکار کی باتیں ہی سہی

قوم ہنگامِ سیاست سے ہے اُکتائی ہوئی
گرمیٔ حسنِ طرحدار کی باتیں ہی سہی

عشوہ و غمزہ و بیباکی و انداز و ادا
حسن والوں کے اِن اوزار کی باتیں ہی سہی

جن سے یارانِ چلتر بھی ہیں چکرائے ہوئے
صحبتِ یاراں میں اُس یار کی باتیں ہی سہی

مسئلہ تیرے فدائی کا ہے سنگین بہت
تیرے گھر کے سگِ خونخوار کی باتیں ہی سہی

نیوز چینل کے اکھاڑے میں اگر کودے ہو
بحث کرتے ہوئے لٹھ مار کی باتیں ہی سہی

کوئی لاہور کے بارے میں بیاں کیا داغے
کبھی ڈڈووں، کبھی احمار کی باتیں ہی سہی

طعنہ زن ہے جو کسی بگڑی ہوئی زن کی طرح
اُسی غالبؔ کے طرفدار کی باتیں ہی سہی



لیلیٰ کا بڑا تم سے ہے مجنون مڑا
تم قیس ہے تو ام بھی ہے پختون مڑا

نعمت کدۂ دہر میں ممکن ہی نہیں
نسوار سے بڑھ کر کوئی معجون مڑا

محبوب ہو دس بیس سا پر ایک ہی ہو
بھاتا نہیں ہر سیٹھ کو پرچون مڑا

''تبدیلی'' ابھی ہے ترا کچا خانا!
احساس کی سیخوں پہ اسے بھون مڑا

بھوکا کبھی ہوتا ہوں تو جی اُٹھتا ہے
ام میں کوئی فنکار ہے مدفون مرا

وہ ''جاز'' کا ریچارج بجا مانگتا ہے
کنگال ہوا عشق میں قارون مرا

ازخود تو کبھی میل نہیں جا سکتا
بوتھے پہ ملا کرتے ہیں صابون مرا

بھنبھوڑنے کا شوق جو بھارت کو رہا
کر لے گا ہڑپ خود کو بہت سون مرا

ام نے تو سدا پیار سے بولا ہے ''کنا''
نچلا نہ کبھی بیٹھا وہ پتلون مرا

کمزوروں کو بے جرم بھی دھر لیتا ہے
لونڈی ہے زبردستوں کا قانون مرا

پشتو میں جو لکھا ہے مرے ''دا جی'' نے
دھمکیلا ہے کیا عرضی کا مضمون مڑا

خانم سے مرا بات نہیں ہو پاتا
کیوں رانگ ہی ملتا ہے سدا فون مڑا

وہ سیدھا ہے تو ام بھی ہے ریشم جیسا
ٹیڑھا ہے تو ام اُس سے بھی ہے ڈون مڑا

اپنا ہے وہاں کون سا بی بی شیریں
بزنس کے لئے جاتا ہے رنگون مڑا

پشتونوں میں پشتو کے چلیں گے وٹے
ہو گا نہ جدا ماس سے ''ناخون'' مڑا

میں کہتا تھا ظالم کے رُخِ روشن کو
لگتا تھا اُسے گنج مرا ''مون'' مڑا

میٹر جو مرے خان کا گھوما ہوا ہے
''ب'' جیسا ہے لملیٹ ہر اک ''ن'' مڑا

تن فن کے لکھا ہم نے بھی دس بیس غزل
مارا جو ترا یاد نے شبخون مڑا

بونگی سے تروپا کبھی ''چولوں'' سے سیا
اُدھڑا ہے مرے فن کا جہاں اُون مڑا

بیٹھا ہے مرے ووٹ سے ممبر بن کر
یا پھر ہے اسمبلی میں کوئی ژُون مڑا

کیا مرد ہے یہ شہر کا بابو، اِس سے
تگڑا ہے مرے ملک کا خاتون مڑا

مردان کا ہے خون بدن میں شائد
رہتا ہے دسمبر میں بھی وہ جون مڑا

میں جیسا بتاتا ہوں وہی بولا کر
یونہی نہ لگا اس پہ مرچ لون مڑا

وہ رانگ ہی نمبر پہ مجھے کال کرے
ہو جائے دعا میرا بھی مسنون مڑا

یہ جنس تو نایاب سی لگتی ہے ظفؔر
انسان کا ملتا نہیں خبرون مڑا



فقط چینل پہ کب غوغا ہوا ہے
مرے کتے نے بھی بھونکا ہوا ہے

اگر تم ہو پروفیسر تو پیارے
ہمارا مغز بھی گھوما ہوا ہے

یقیناً ہو گا دولتمند خاصا
جو اِتنی عمر میں گنجا ہوا ہے

بہت غصہ تھا اُس کو لیڈروں پر
سو گالی دے کے کچھ ہولا ہوا ہے

کیا ہے عشق نے ساروں کا کونڈا
کوئی مجنوں، کوئی رانجھا ہوا ہے

علاجِ عاشقی لترول بھی ہے
اِسی دم سے یہ جن بھاگا ہوا ہے

بہت کچھ ہو گیا نذرِ لڑائی
ترا گوڈا مرا گٹا ہوا ہے

میں اُس کی بار ناچا انتقاماً
جو میرے عقد پر ''ڈانسا'' ہوا ہے

دکھاؤ نہ یونہی ''روندو سا بوتھا''
کہ ''ہاسا'' روکنا ''اوکھا'' ہوا ہے

نہیں نکلا ہوں میں بھی کار میں سے
ترے غرفے سے بھی ''ٹاٹا'' ہوا ہے

جنابِ شیخ گنتی بھول بیٹھے
نہ جانے کون سا کاکا ہوا ہے

کہیں شاعر ہے مائل بہ ترنم
یا مینڈک کوئی ٹراتا ہوا ہے

دلیلیں اپنے منہ پر ہی جڑی ہیں
ارسطو کچھ تو بولایا ہوا ہے

جسے بس ''ایویں ہی'' سمجھے ہوئے ہو
ظفؔر پرزہ بہت چلتا ہوا ہے



اپنی چھت پر وہ جب مقیم چڑھا
عشق کا جذبۂ سلیم چڑھا

ہیروئن چاہیے تو ہیرو بن
اپنے سسٹم پہ کوئی تھیم چڑھا

یا نہیں تو یا تیری بیماری
غٹاغٹ نسخۂ حکیم چڑھا

تیرے ویروں نے اِک مجھے پینجا
اُن کے ہتھے یہی یتیم چڑھا

جمع پونجی سمیٹ لے سب کی
بے گھروں پر کوئی سکیم چڑھا

مشورہ حلال دیتا ہے
اُس کے بھاگوں بھی کیا لئیم چڑھا

لسٹ نہ شارٹ کر پئے الفت
کبھی نازش، کبھی نسیم چڑھا

وہ دوپٹہ نہ اوڑھے گی ہرگز
تو ہی اپنے گلے گلیم چڑھا

یونہی غراتا ہوں عدو پر میں
اوّلیں چھاتی پر ندیم چڑھا

ایسے مردانِ حُر کو کیا کہیئے
جن پہ بیگم کا پورا ''میم'' چڑھا

اپنے سالے کا کیا بیان کروں
اِک کریلا ہے، وہ بھی نیم چڑھا

شعر لکھ پائے گا کلاسیکی
مئے پکڑ، چرس پی، افیم چڑھا

میں نے تجھ سے تری غزل سُن لی
اب مرا نسخۂ ضخیم چڑھا



نیک ہیں لیکن موقع ملے تو کارِ کج بھی کر لیتے ہیں
طرح طرح کی لیکس میں بھی آتے ہیں، حج بھی کر لیتے ہیں

ہم تم جیسے ایک وکیل افورڈ نہیں کر پاتے ہرگز
وہ جو زور و زر والے ہیں، وہ تو جج بھی کر لیتے ہیں

بھوکوں پر ہی چوری کا الزام لگانا ٹھیک نہیں ہے
ایسے کام اگر کرنے ہوں تو ''رج رج'' بھی کر لیتے ہیں

یوں تو بھاشن جگہ جگہ پر دیتے پھرتے ہیں ''ون ڈش'' کا
اپنی باری آتی ہے تو پھر ''گج وج'' بھی کر لیتے ہیں

پانی کی کم یابی کا تو خوف عبث ہے ہم وطنوں کو
سرد ہوا کے جھونکے نوزی کو سَتلج بھی کر لیتے ہیں

گھر میں تو آرام کہاں کرنے دیتے ہیں بیوی بچے
کام بھی کر لیتے ہیں دفتر میں ہم فج بھی کر لیتے ہیں

عورت کا ہی کام ہے کنسوئی کرنا اور اس سے نمٹنا
بھائی کی شامت آئے تو کارِ بھاوج بھی کر لیتے ہیں

مرغوں کو بے فیض گماں ہے، بانگ نہ دی تو دن نہ چڑھے گا
اُن کو باور کون کرائے، یہ سورج بھی کر لیتے ہیں

ویسے تو کچھ کرنا کرانا کام سمجھتے ہیں کمیوں کا
پر کرنے پر آ جائیں تو پھر اچرج بھی کر لیتے ہیں



بعض انساں اپنی فطرت میں ہیں پردہ دار ژوژ
شکل سے تو بھولے بھالے ہیں مگر کردار ژوژ

ساس بھی چبھتی ہوئی سالے بھی بل کھاتے ہوئے
سارا ہی ٹبر لگا سسرال میں ہر بار ژوژ

بسکہ اُن کے فیض سے ملتی نہیں ہے خیریت
کیوں دلاتے ہیں وفاؤں کا یقیں کچھ یار ژوژ

سانپ سے زہریلے ہوتے ہیں سنپولے دوستو!
خار پشتوں سے بھی بڑھ کر حاشیہ بردار ژوژ

بن گئے مکھن تو کھا جائے گا بڑھ کر ہر کوئی
حبِ دنیا ہے اگر ہے آپ کا کردار ژوژ

نام ای سی ایل میں ڈالو گے اگر گیدڑ کا بھی
دہاڑنے لگ جائے گا ، بن جائے گا خونخوار ژوژ

یوں تو لگتا ہے نہایت بے ضررسا کینچھوا
وقت پڑنے پر مگر بن جائے ناہنجار ژُوژ



دوائیں ہو گئیں خواب و خیال سے باہر
میں ہو گیا ہوں غمِ اندمال سے باہر

خدا ہی ہے جو بچائے گا اس کے شر سے ہمیں
جو چِن چڑھا ہوا ہے ”لال لال“ سے باہر

پھر اس کے بعد ترے ویر نے مجھے پینجا
بلایا تھا میری شامت نے کال سے باہر

ہمارا نام بھی اب ای سی ایل میں پڑ جائے
نہ جا سکیں تیرے کوئے جمال سے باہر

پئے وصال کرایہ بھی تو عطا کرتے
بلا لیا تھا اگر ساہیوال سے باہر

تمھاری اشک فشانی کی آ گئی ہے سمجھ
گرا ہے پیاز جو یکدم رومال سے باہر

بھرے بازار میں میرا تو ''کدھ'' دیا ہے ''تراہ''
نکل کے ''تا'' جو کیا اُس نے شال سے باہر

دکھائے گا تمھیں وحشت بھی اور نخرہ بھی
جو کوئی چیتا نہ نکلا غزال سے باہر

اُسے بھی لنڈے میں دیکھا ہے شاپنگیں کرتے
جو کہتا تھا میرے انکل ہیں سال سے باہر

دیا پیام میاں کی ''پلیٹ لیٹ'' نے یہی
نکل لیں نیب زدہ اِس مثال سے باہر

کوئی ہوا نہ کرپشن کی دوڑ سے تائب
اگر ہوا تو ہوا ''انتقال'' سے باہر

یہ بھینس دودھ نہ دے تو ہمارے ٹھینگے پر
کہ ''باہرلے'' نہیں کچھ بھی ریال سے باہر

اب اس طرح بھی نکلتے نہیں ہیں بن ٹھن کے
ٹپک رہا ہے کوئی اپنی رال سے باہر

جو انقلاب کا نعرہ لگا کے آیا تھا
نکل سکا ہے کہاں بھیڑ چال سے باہر

ذرا سی شوخی دکھائی تھی فیس بک پہ ظفرؔ
پٹخ دیا ہے مجھے اپنی وال سے باہر



نہیں اپنے تو پھر تڑپانے والے کون ہوتے ہو
ہمیں ہر وقت تم یاد آنے والے کون ہوتے ہو

کسی کی بے حجابی پر یونہی کچھ کہہ دیا ہو گا
ہماری بات پر شرمانے والے کون ہوتے ہو

ہمیں پر بس تمھارا چلتا ہے، آنکھیں دکھاتے ہو!
پُلس والوں سے پوچھو، تھانے والے کون ہوتے ہو؟

طبیبو! معترض ہونا تھا گر ہنگامِ الفت پر
وکیلِ دل کو پھر اکسانے والے کون ہوتے ہو

سمجھ رکھا ہے کیا اِس دشت کا پٹواری ہم کو بھی
کہاں کے قیس ہو دیوانے والے، کون ہوتے ہو

گدھا سا رینکتا ہے دو بجے شب کو، تمھیں کہہ دو!
بھلا اِس وقت ایسے گانے والے کون ہوتے ہو

یونہی منہ پھاڑ کر سچ بولنا اچھا نہیں ہوتا
شریکے تو نہیں ہو ،طعنے والے کون ہوتے ہو

وفا ہم نے نباہی ہے تو پھر تم بھی نباہو ناں!
کسی کو چھوڑ کر یوں جانے والے کون ہوتے ہو

ہماری عرض سنتے، چھوٹے موٹے ہم بھی شاعر ہیں
غزل بس اپنی ہی فرمانے والے کون ہوتے ہو



لو وہ چل دیے کارِ بہبود کر کے
مری ہر توقع کو نابود کر کے

بھلا احتجاج اور کیا کر سکیں گے
چلے آئیں گے کچھ اچھل کود کر کے

ستمگار بیوی سا بن کر دکھائے
جسے چاہوں جیون کا مقصود کر کے

رموزِ سیاست وہی جانتے ہیں
جو بیچ آئیں ٹینڈوں کو امرود کر کے

گوالے ہمیں روز دیتے ہیں پانی
تھما جاتے ہیں ''دودھ آلود'' کر کے

مسیحاؤں نے کچھ کمایا تو ہو گا
وکیلوں کے جتھے کو نمرود کر کے

بہت سے عزیزوں کے کرتوت ٹھہرے
اڑنگی ہی دیتے ہیں مودود کر کے

اڑنچھو کوئی کیسے ہوتا ہے پل میں
کبھی دیکھ لو خود کو موجود کر کے

مری شاعری مجھ کو کیا دے سکے گی
چلا ہوں ظفؔر کارِ بے سود کر کے



شامت بھی محوِ مہر ہے اور ہم ہیں دوستو
اُس شوخ کا بھی سحر ہے اور ہم ہیں دوستو

جاتا ہوا سلیمان سلمیٰ دکھائی دے
لہرائے جیسے لہر ہے اور ہم ہیں دوستو

بارش نے کی ہے شائد ہمارے لئے رواں
اپنی گلی کی نہر ہے اور ہم ہیں دوستو

تبدیلیاں تو لے گئیں بام و در و لباس
دھرتی ہے یا سپہر ہے اور ہم ہیں دوستو

کتے ہیں سارے شہر کے پیچھے پڑے ہوئے
''اس بے وفا کا شہر ہے اور ہم ہیں دوستو''

''بیوی'' کہ آپ نے جسے جو بھی لقب دیا
یہ قہر ہے تو قہر ہے اور ہم ہیں دوستو

اک ہاتھ اُس کا ''گچی'' پہ اور دوسرے میں ہے
وہ جام جس میں زہر ہے اور ہم ہیں دوستو

کب سے ہیں ہم سیاسی ''کرپشانہ'' موج میں
کچھ ایسی لہر بحر ہے اور ہم ہیں دوستو

جی چاہتا ہے دھوپ میں یونہی پڑے رہیں
سردی ہے، دوپہر ہے اور ہم ہیں دوستو



کرے گا یوز مجھے پھر سے سال تہہ بہ تہہ
میں اس کی جیب میں رکھا رومال تہہ بہ تہہ

یہ تیرے وعدے ہیں جاناں یا پیاز کے چھلکے
تمام تر ہے تری قیل و قال تہہ بہ تہہ

محبتیں تو کسی دور میں نہیں مرتیں
ذرا دکھاؤ اُسے تم ریال تہہ بہ تہہ

مرا نصیب ہوا جیسے حُسن زیرِ نقاب
نکالے گا کوئی طوطا ہی فال تہہ بہ تہہ

ہماری قوم کے لیڈر ہیں سب بلاول سے
کچھ ایسا ہے یہاں قحط الرّجال تہہ بہ تہہ

تمام نعمتیں دعوت کی اُس کی توند میں ہیں
کہاں پہ رکھتا ہے جا جا کے مال تہہ بہ تہہ

مکان بڑھتا ہی جاتا ہے آسماں کی طرف
یہ چار مرلے بھی ہیں دو کنال تہہ بہ تہہ

نمٹنا آتا ہے لاتوں کے بھوت سے مجھ کو
نکال دوں تیرے سر کا اکال تہہ بہ تہہ؟

یہ اُس کی سوچ ہے، ٹھینگا دکھاتا جائے گا
رہوں گا پھر بھی میں شیریں مقال تہہ بہ تہہ



کیوں احتجاج ہم نہ کریں، بات کیا کریں
ہم کو بھی پڑ گئی ہو جہاں لات، کیا کریں

کچھ لیڈران قوم خواتین جیسے ہیں
ہم ووٹرانِ قوم ہیں، حضرات کیا کریں

آسانیوں کی چاہ میں روٹی بھی چھن گئی
کچھ تو بتائیں قبلۂ حاجات کیا کریں

دلدار ہیں تو اُن کا پپا بھی ہے ساتھ میں
اُن سے ملیں تو کیسے، ملاقات کیا کریں

ہونے لگی ہے ہم پہ مہربان وہ نظر
ملنے لگی ہے دعوتِ آفات کیا کریں

کس کام کا وہ یار جو میرا نہ ہو سکا
حلوہ بنا نہ پائیں تو جذبات کیا کریں

’اب اور کیا کسی سے مراسم بڑھائیں ہم‘‘
بس ہوگئی ہے اب کے، شروعات کیا کریں

کب تک باراتی بن کے چلیں دوسروں کے ساتھ
دولہا اگر نہیں ہیں تو بارات کیا کریں

بس چل نہیں رہا ہے تو بس کیا چلائیں ہم
بس دیکھتے ہیں شہر کے حالات کیا کریں

گونگے بنے ہوئے ہیں کہ قائم رہے بھرم
بہروں سے جا کے یونہی شکایات کیا کریں

یخ بستگی نے ماری ہوئی ہے ہماری مت
دن ہی گزر نہ پائے تو پھر رات کیا کریں

کاہے کا سچ جو اپنے ہی منہ پر پڑے ظفرؔ
جب پیٹ بھر نہ پائیں، نظریات کیا کریں



رہیں جاری باہم اڑنگیاں، ترے ساتھ بھی ترے بعد بھی
کوئی آنے پایا نہ درمیاں، ترے ساتھ بھی ترے بعد بھی

کہیں دیکھے کوئی لچک مٹک، تو شباب جائے وہیں چمک
بجیں خود بخود مری سیٹیاں، ترے ساتھ بھی ترے بعد بھی

تو جسے دُرست سمجھتا ہے، بس اُسی کو دھیان میں رکھتا ہے
کرے لاکھ کوئی چنیں چناں، ترے ساتھ بھی ترے بعد بھی

تجھے شاپنگیں میں کرا سکوں، کسی طور یار منا سکوں
نہیں اس قدر مری پسلیاں، ترے ساتھ بھی ترے بعد بھی

تُو ابھی سے فیلِ سفید ہے، کیا کرے گا بعد میں، بھید ہے؟
یہ اشارہ کافی پئے عاقلاں، ترے ساتھ بھی ترے بعد بھی

میں بلند جتنی کروں خودی، نہ بنے گی بات مری کوئی
نظر آؤں گا میں میاں میاں، ترے ساتھ بھی ترے بعد بھی

رہوں ناسپاس دیار میں، نہ شمار میں نہ قطار میں
میری آنیاں میری جانیاں، ترے ساتھ بھی ترے بعد بھی

تو دکھائے جتنی بھی افسری، تری شخصیت تو ہے ٹٹو سی
تیری بیوی لگتی ہے کوچواں، ترے ساتھ بھی ترے بعد بھی

وہ جو بھونڈ ہے، اُسے سوہنیے! ترا ماہیوال نہ چھاپ لے
بڑا لیتا پھرتا ہے سیلفیاں، ترے ساتھ بھی ترے بعد بھی

ہوئی پوری کوئی کہاں کمی، رہی زندگی کسی سپلی سی
جیسے میٹرک کا ہو امتحاں، ترے ساتھ بھی ترے بعد بھی

کیا سنے بھلا کسی اور کی، جسے آئے شاعری زور کی
نہ رُکا وہ جب بھی ہوا رواں، ترے ساتھ بھی ترے بعد بھی



وہ جو ڈٹ جائے تو مشکل کی گھڑی اور سہی
اور دب جائے تو پھر اُس کو تڑی اور سہی

تیری پھپھو تو ترے پیو سے کہیں ڈاھڈی ہے
پسِ دیوار بھی دیوار کھڑی اور سہی

سوچ لیں ایسی ''لڑائی'' کا نتیجہ کیا ہے
بسکہ اُس شوخ سے یہ آنکھ لڑی اور سہی

بے ایمانی پہ تو آمادہ تھی پہلے نیت
اور پھر اس پہ یہ ساون کی جھڑی اور سہی

منہ ہے نہ متھا کوئی جن ہے پہاڑوں لتھا
دامنِ دل سے مگر آ کے اڑی اور سہی

بعد از عقد تو ہر لڑکی ہے خصماں کھانی
میرے لیکھوں میں بھی اک نیم چڑھی اور سہی

کون یار آیا بہ ہنگامِ لڑائی دیکھو!
اک چپت سی میری گنجی پہ پڑی اور سہی

لگ رہی ہے وہ ترے سامنے کاکی کاکی
عمر میں تجھ سے بھی دو سال بڑی اور سہی

شورِ کورونا کی صورت ہے خدا کی لاٹھی
جس کی آواز نہیں ہے وہ چھڑی اور سہی

یار کہتے ہیں مرے جال میں شاپر سا ہے کچھ
میں نے تو اپنے تئیں ''مچھی پھڑی'' اور سہی

کچھ جو کہتا ہوں تو کہتے ہیں کہ منہ پھاڑتا ہے
اور چپ رہنے پہ بھی دنیا سڑی اور سہی



یہ محبت جو مری شامت کی انگڑائی سی ہے
اِنٹری اِس کی مرے دل میں ''کرونائی'' سی ہے

دل قصیدے روز و شب پڑھتا ہے اُس کے حسن کے
عقل یہ کہتی ہے کہ وہ عمر میں مائی سی ہے

جانے جاتے ہیں مریضوں کی حجامت کے لئے
کچھ پریکٹس ڈاکٹر کی کاوشِ نائی سی ہے

کاں کو چٹا کہہ رہا ہے باس تو چٹا سمجھ!
سخت نادانی ہے جو اظہار دانائی سی ہے

کیوں سمجھ بیٹھے ہو کہ سرسبز گلشن ہو گیا
جس پہ خوش ہوتے ہو وہ سبزہ نہیں کائی سی ہے

کھا گیا لڈو سبھی مالِ غنیمت جان کر
کیا خبر تھی کہ تیری منگنی کی ''مٹھیائی'' سی ہے

میری بیوی اس لئے بھی اُس کے درپے ہے بہت
وہ جو ہمسائی سی ہے کیوں اُس میں رعنائی سی ہے

ہاتھ پڑ جائے تو اپنی گچی کو جانے نہ دیں
عدلیہ انصاف میں کب اِتنی سودائی سی ہے

جس کو ماتھے پر سجا رکھا ہے کلغی کی طرح
یہ تری شہرت بھی کچھ کچھ میری رسوائی سی ہے

میرے جتنے یار ہیں، سارے اڑنگی باز ہیں
جو تمنا بھی مرے دل میں ہے بلوائی سی ہے

سچ کہوں تو بک رہا تھا میں تو کچھ ہذیان میں
لوگ کہتے ہیں مری باتوں میں گہرائی سی ہے



منڈوں کھنڈوں سے بھلے بولو نہ چالو لڑکیو!
ہم ارسطو ہیں ہمیں اُلّو بنا لو لڑکیو!

اِس زمانے میں جھجکنا کس لیے، ٹھسے سے ہو
اپنی اپنی شادیوں میں ''ہے جمالو'' لڑکیو!

تم میں کوئی بھی کڑی بدھو نہیں، احمق نہیں
بھول کر بھی عشق کا ٹنٹا نہ پالو لڑکیو!

پہن کر چاہے لگو مخلوق تم مریخ کی
جیسا چاہو ویسا ہی فیشن بنا لو لڑکیو!

یہ دوپٹے تو چھپا دیتے ہیں سب حسن و جمال
اِن کو پٹوں کی طرح گردن میں ڈالو لڑکیو!

صورِ اسرافیل بھی چونکانے نہ پائے تمھیں
دستِ نازک میں جو موبائل اُٹھا لو لڑکیو!

کوئی روئے ارض پر ہم سا نہ مخلص پاؤ گی
شان کو بابر علی کو آزمالو لڑکیو!

ہو رہی ہو کس لئے دبلی کوکنگ کی فکر میں
یہ مرا دل ہے اسے کچا چبالو لڑکیو!

چینلوں فلموں سے صیقل ہے حماقت کی فضا
جس ہوا میں چاہو گڈی کو چڑھالو لڑکیو!



دیسی لمرک



دل کی دل میں رہ جاتی تھی تلخ مقالی
بامِ سخن تک پہنچ نہیں پاتی تھی گالی
غزلوں کے پیرائے
جس کو کہہ نہ پائے
لمرک میں وہ بات بھی ہم نے کھانس نکالی

چاپلوسی



رواں ہو چاپلوسی کا مرکب جس کی رگ رگ میں
بظاہر فرق ہم رکھتے نہیں اُس شخص اور سگ میں
مگر جب اپنی سنتے ہیں
تو پھر ہم بھی سمجھتے ہیں
قصیدہ پڑھنے والے سے کوئی سچا نہیں جگ میں

عقد فوبیا



اِس قدر ہلکا بھی ہو جانا غلط ہے، ناسمجھ!
اِس طرح نہ خود کو قربانی کے بکرے سا سمجھ
عقد کہنے کو اکھاڑہ ہی سہی
جان لے تو اس کو سرِ زندگی
شامیانے کو نہ سائن بورڈ خطرے کا سمجھ

لیڈر



دے نہ چکر پر چکر تو پھر گھن چکر کا ہے کا
میں ہر بار نہ کھاؤں دھوکہ تو پھر ووٹر کا ہے کا
کرے خلافِ فطرت کیوں
چھوڑے اپنی عادت کیوں
وعدہ کر کے پورا کر دے تو پھر لیڈر کا ہے کا

اور یہ قوم



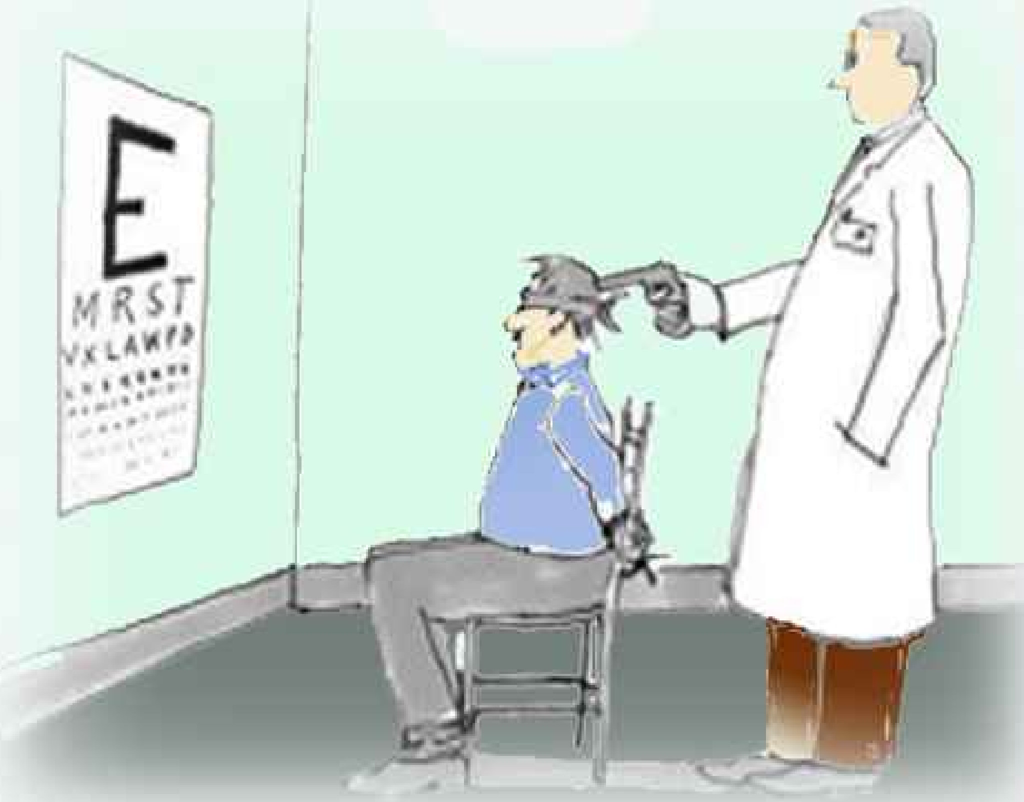
اُس کو دیکھ کے کیسے نہ مورال ہمارا مٹھا ہو
آزادی کے اِتنے برسوں بعد جو ہم نے کھٹا ہو
بحرانوں میں گھری ہوئی
مہنگائی میں دبی ہوئی
لگتا ہے کہ اپنی قوم بھی جیسے ڈُبی کٹا ہو

جلن



پاس حسیناؤں کو جب پاتا ہے یہ بن مانس بہت
بس ریشہ خطمی ہی ہو جاتا ہے یہ بن مانس بہت
پر کیوں اِس کو پکڑا ہے
اِس کلمونہی میں کیا ہے
مجھ کو تو بدذوق نظر آتا ہے یہ بن مانس بہت

یونہی سہی



کیوں دیکھتے ہی شکل ہوئی رشکِ بط میاں
خطاط کا ہے میرا نہیں ہے یہ خط میاں
ریوالور کی نعل
رکھے گی جی بحال
اب دیکھتا ہوں کیسے پڑھو گے غلط میاں

آخرش



راں گاں جاتی نہیں خارش تو من کی آخرش
رنگ لاتی ہے سدا کاوش لگن کی آخرش
اِس طرح یا اُس طرح
مستحق ہو جس طرح
داد اہلِ ذوق سے ملتی ہے فن کی آخرش

ایک افسر کا مسئلہ



بہت دشوار ہے استاد جی پر
مرا اب کرنا صادر، کوئی آڈر
کریں واپس ہمیشہ
مرا ہر حکم نامہ
دُرست کر کے مری انگلش گرامر

سیلفیاں



سیلفیوں کے دور میں اچھی نہیں ہیں غفلتیں
جیسا سوشل میڈیا کہتا ہے ویسا ہی کریں
جیسی بھی حالت میں ہیں
اور جہاں بھی ملیں
سیلفیاں لینے کا موقع ہاتھ سے جانے نہ دیں

ازدواجی حصہ داری



میرے شوہر بالکل میرے جیسے ہیں
جیون کی گاڑی کے دونوں پہیے ہیں
جب دیتی ہوں میں کاشن
تو دھو لیتے ہیں برتن
گھر کا کام یوں مل جل کر کر لیتے ہیں

ایں سعادت بزورِ بازو نیست



خوشامد ایسا فن ہے جگ میں جس کو جاوداں دیکھا
اُسی کی موجیں دیکھیں جس کو اس فن میں رواں دیکھا
ہر اک افسر حبیب اُس کا
ترقی بس نصیب اُس کا
کہ جوتے چاٹنے والا ہمیشہ کامراں دیکھا

ہوش کر!



کیوں نظر آوارہ ہوتی جا رہی ہے ہوش کر
عقل کیا کچھ پی پلا کر سو گئی ہے ہوش کر
مانا اِس ڈھب کا نہیں
تجھ کو ڈر رب کا نہیں
کیمرے کی آنکھ تجھ کو دیکھتی ہے ہوش کر

مرض اور دوا



ہر ایک عقدہ کا عقدہ کشا وہ رکھتے ہیں
جو پیٹرول ہو عنقا دوا وہ رکھتے ہیں
چلانا جانتے ہیں کار
سو اس قدر نہیں بے کار
ریورس گیئر کے لئے بھی گدھا وہ رکھتے ہیں

ترکی بہ ترکی



بعض شاعر ایسے بھی ہیں جن کی عادت ہے ظفؔر
شاعری میں داغ دیتے ہیں سوالِ بے حساب
پڑھ کے کلیاتِ نظیؔر اکبر آبادی میں سوال
کھوپڑی کو گدگدانے لگ گئے فوری جواب

کیا کیا نظیر تجھ میں مکر و فریب ہیں جو
اُس رمز آشنا سے اِس ڈھب کی چاہ کرنا

دل کا معاملہ ہے ورنہ تو حق یہی ہے
اُس رمز آشنا سے ملنا تو ٹھاہ کرنا

اب اِس قدر ہوا وہ فراموش اے نظیر
کیا جانے وہ معاملہ کچھ تھا بھی یا نہ تھا

یونہی کسی نے شغل لگایا تھا آپ سے
یہ منہ، یہ متھا ورنہ کہاں دلبرانہ تھا

تشریف تم نہ لائے جو کر کے بسنتی پوش
کہیئے گناہ ہم نے کیا کیا بسنت کا

کلمونہیوں سے ساری چھتیں تھیں بھری ہوئی
تم نے کیا تھا خوب نظارہ بسنت کا

شب کو آ کر وہ پھر گیا ہیہات!
کیا اسی رات ہم نے سونا تھا

فون کر کے وہ کیوں نہیں آیا
نیند آئی تھی، تم کو سونا تھا

جب گلِ لالہ سے پوچھا میں نے اے دل سوختہ
کس طرح سینے میں تیرے داغ یہ کالا پڑا

سُن کے بولا آپ سا اک بھونڈ تشریفا تھا کل
بس اُسی کی ہے عنایت، داغ یہ کالا پڑا

ایسی وہ بھاری مجھ سے ہوئی کون سی خطا
جس سے یہ دل اُداس ہوا جی اُچٹ گیا

آیا تھا کس ہوس سے تو دعوت میں شام کو
میں بھوکا رہ گیا تو سبھی کر کے چٹ گیا

تو جو کل آنے کو کہتا ہے نظیرؔ
تجھ کو معلوم ہے کل کیا ہو گا

کل کو کیا ہونا ہے کل آئے گی
سب کو معلوم ہے کل کیا ہو گا

''مرمر'' مجھے کہتا تھا سو مرتا ہوں میں یارو!
اب لاؤ کہاں ہے وہ مرا کوسنے والا

''مرمر'' سے مراد اُس کی تھی مر جا کہیں جا کر
کب کہتا تھا ''آ مجھ پہ ہی مر'' کوسنے والا

اُس بے وفا نے ہم کو اگر اپنے عشق میں
رسوا کیا خراب کیا، پھر کسی کو کیا؟

سننے پڑے ہیں ہم کو ترے شعر روز روز
جینا مرا عذاب کیا، اِس لئے تپا!

قاصد صنم نے خب کو مرے دیکھ کیا کہا
حرفِ عتاب یا سخنِ دلکشا کہا؟

پہلے تو اُس نے ناز سے ''وڑ جانی دا'' کہا
اور پھر بجائے نامہ کے ای میل کا کہا!

کبھی کو مے ہمیں خونابِ دل پلانا تھا
فلک تجھی پہ تجھے کیا یہ زہر کھانا تھا

تمھارا بوتھا تھا جیسا چپیڑ ویسی لگی
فلک نے ورنہ یونہی ظلم کیوں کمانا تھا

اُس کج کلہ کی چاہ کی مت کر ہوس نظیر
کیا اُس نے دل قبول کیا تجھ غریب کا

اُس کج کلہ کی چاہ تو مجبوری تھی مرا
کب تھا تمھارے پاس بھی چوائس حبیب کا

اپنے وقتِ جوانی میں وہ شوخ خدا ہی جانے نظیر
کس کس کا زر لوٹے گی اور کس کس کا گھر کھائے گی

اپنے وقتِ جوانی میں اُس شوخ کی بھر آئے گی مراد
جب عشق کا اندھا ملنا ہے، جب کاٹھ کا اُلو پالے گی

نظیر آج ہی چل کر بتوں سے مل لیجے
پھر اشتیاق کا عالم رہے رہے نہ رہے

ملو تو اُن کو بتا دینا اپنی عمرِ عزیز
یہ کہنا پھر میرا یہ دم رہے رہے نہ رہے

کیا کوئی اُس شعلہ رو سے ہو مقابل حسن میں
ہو چکی پرسوں پری بھی مات میرے سامنے

شہر کے مشہور بیوٹی پارلر سے آئی تھی
ٹھیک ہی کھائی پری نے مات تیرے سامنے

کیا وجہ نہ دینے کی کوئی منہ سے تو بولو
تو ہم بھی نہ ہوں دل کے طلبگار کسی سے

کھا لیتے ہو تم دل کو سدا پان سمجھ کر
جب لیتے ہو یہ جنسِ مزیدار کسی سے

یہ کس نے آج چمن میں قبا اُتاری ہے
کہ جس کی بُو سے ہر اک گل کو بیقراری ہے

نہانے کے لئے شیدے نے شرٹ اُتاری ہے
اُسی کی بُو سے ہر اک گل کو بیقراری ہے

جس فیل باں کو حکم ہو سردار کا نظیر
پھر وہ غریب ہاتھی نہ ہولے تو کیا کرے

ہر مقتدر بالآخر کرپشن کا کنگ ہے
تنگ لیڈروں کے کردے نہ چولے تو کیا کرے

بنا کے منہ جو سراسر ہمیں بُرا کہیئے
تمھارا ہم نے بگاڑا ہے کیا بھلا کہیئے

مری تو ایسی کی تیسی ہی کر کے رکھ دی ہے
پھر اس پہ کرتے ہو ارشاد، مت بُرا کہیئے

پوچھی نظیر، ایک نے کل شکلِ وصلِ یار
ہم نے کہا یہ اُس سے کہ کیا کہیئے کیا ہوئی

بتلانا چاہیئے تھا کہ وہ شکلِ وصلِ یار
شامت بنی رقیب کی، اُس کو بلا پڑی

جب میں نے کہا تم مجھے پہچانتے ہو گے
میں وہ ہوں کہ مدت سے جسے شوقِ دروں ہے

کہنے لگی تم جیسے بہت سے ہیں یہاں پر
وہ جن میں بہت عشق کے کیڑوں کا جنوں ہے

زور تعویذ کا چلتا تو عرب میں یارو!
کیا کوئی ایک بھی مجنوں کو نہ دیتا تعویذ

یار لایا تھا یقیناً وہ اثر بھی کرتا
ہائے مجنوں جو پہنتا، نہ ہڑپتا تعویذ



مورِدِ تقصیر گر ہوتے تو لازم تھی سزا
یہ جفا پھر کہیے ہم پر کس سبب کرتے ہیں آپ



سگ گزیدہ تو نہ تھے کہ بے سبب دیتے سزا
اعتراف اپنی خطاؤں کا بھی کب کرتے ہیں آپ

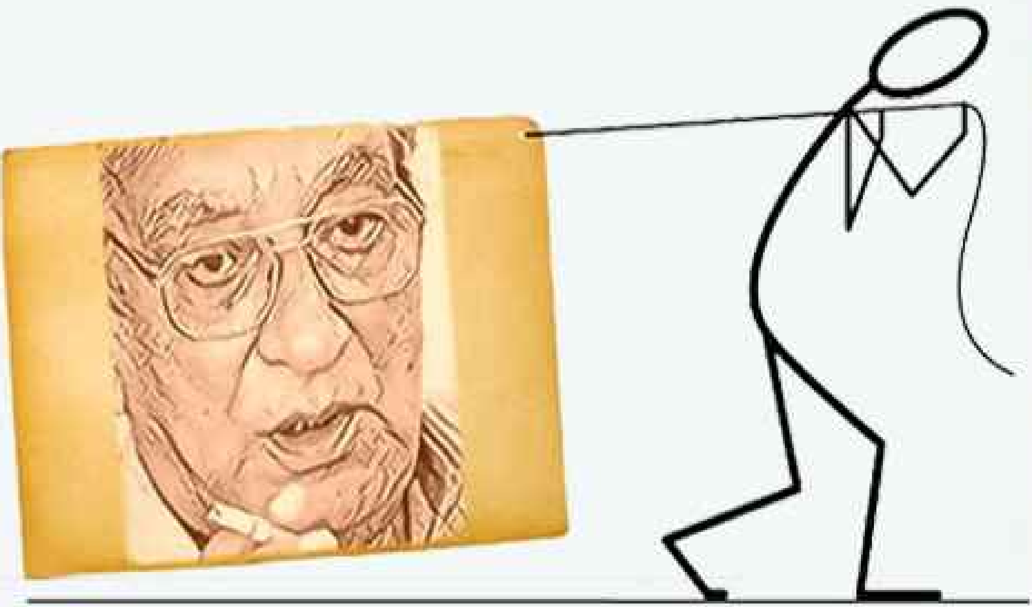


وقتِ خلوت یہ ہم نے اُن سے کہا
اب تو ٹک منہ سے دور کیجے نقاب



وہ جواباً چمک کے کہنے لگے
اور کرونا کا کیا کریں گے جناب

جیسے کو تیسا



کہا تھا کس نے کہ پیروڈیاں کمائے جا!
فراز اور اُسے حالِ دل سنائے جا!!



یوں عطائیوں کے پیچھے کہیں جاں سے بھی نہ جاؤ
وہ جو ڈاکٹر نہیں ہے، اُسے نبض کیوں دکھاؤ

یہ جو عقد کی ہے دلدل، بڑی دُور تک گئی ہے
جو گیا وہ پھر نہ نکلا، مری بات مان جاؤ

یہ کلر کلر کے چشمے، یونہی رایگاں نہ جائیں
کبھی ''میم'' کو پکارو، کبھی ''نون'' کو بلاؤ

وہ زنانیاں فتوری جو بتا گئی ہیں نسخے
یونہی اپنا رسک مت لو، وہ میاں پہ آزماؤ

وہ بنا ہے سام انکل تو تمھیں لحاظ کب تک
جو تمھیں دکھائے آنکھیں، اُسے ٹھینگا تم دکھاؤ

اگرچہ اب کوئی سودا کوئی جنوں بھی نہیں
میں تاک جھانک سے باز آ گیا ہوں، یوں بھی نہیں

لب و دہن تو ملا، ڈر ہے تیرے گھونسے کا
جو منہ میں آئی ہوئی ہے وہ کہہ سکوں بھی نہیں

نہ جانے کیوں میری آنکھیں ہیں پھرکی کی صورت
جو سچ کہوں تو میں ایسا اوباش ہوں بھی نہیں

ترا بھرم تیرے میک اپ نے رکھ لیا ورنہ
یہ دل کہے کہ تجھے عمر بھر ملوں بھی نہیں

وہ جن سے قرض لیا تھا وہ لوگ بیٹھے ہیں
اِسی لئے تو میں گھر ہوں بھی اور ہوں بھی نہیں

because جانا ہے فدوی نے چچوں کی ملیاں
وہ پاس آئے تو ممکن ہے میں رہوں بھی نہیں



پیاز لایا نہیں تو دل سے اُتر جائے گا
پھیری والا جو گزرتا ہے گزر جائے گا

اِتنا مخدوش نہ ہو، تھوپ لے میک جاناں
تو کبھی خود کو بھی دیکھے گا تو ڈر جائے گا

چھک چھکاتے ہوئے گاڑی نے بجائی سیٹی
میں نہیں، کوئی سہالہ پہ اُتر جائے گا

ایک سکہ ہی عطا ہے تو وہ لینے والا
تیری بخشش تیرے بوتھے پہ ہی دھر جائے گا

ضبط لازم ہے مگر سانڈ ہے اُس کا بھائی
ظالم اب کے بھی نہ بھاگے گا تو مر جائے گا

تھک بھی گیا اور چھت سے اُتر بھی نہیں جاتا
وہ تاڑو کوئی فیصلہ کر بھی نہیں جاتا

ہر روز نئے رنگ سے ہوتی ہے دُھنائی
سو زخم مرے ماتھے کا بھر بھی نہیں جاتا

کلموہی جسے کہتی ہو جل بھن کے اے بیگم
ایسا ہے کہ اب دھیان اُدھر بھی نہیں جاتا

وہ ڈھیٹ مہا ڈھیٹ بھی کہلائے تو کم ہے
سر بھی ہے پھٹا شوقِ ڈفر بھی نہیں جاتا

بازوؤں کی قوت پہ بھروسہ بھی بہت ہے
اور تیرے اکڑ جانے کا ڈر بھی نہیں جاتا

وہ کون سی سازش کے تحت آ کے ملا تھا
اِتنی سی خوشی سے کوئی مر بھی نہیں جاتا



ہنگامۂ محفل ہے کوئی دم کہ چلا میں
لیکن میری گنجی پہ ذرا کم کہ چلا میں

کچھ روز کی مہمان ہے یہ سیلری میری
شاپنگ کے لئے چل میری بیگم کہ چلا میں

پھر بات ملاقات کبھی ہو کہ نہیں ہو
پھر ہو نہ ہو بیلنس کا یہ عالم کہ چلا میں

مدت سے لگائے ہے وہ تشریف پہ ایلفی
دھمکی تو ہے مہماں کی دمادم کہ چلا میں

کرنی ہے اگر میری جراحت، ذرا جلدی!
یارو کوئی نشتر کوئی مرہم کہ چلا میں

کچھ لے گئی سرکار تو کچھ لے گئے ڈاکو
اب کوئی خوشی ہے نہ کوئی غم کہ چلا میں

جو قرض دیا تھا وہ طلب کر لو فٹافٹ
کیا جانیئے کہہ دے وہ کسی دم کہ چلا میں



الیکشنوں میں وہ تصویر خر کی دیکھتے ہیں
کوئی بھی خواب ہو تعبیر خر کی دیکھتے ہیں

جمہوریت میں ہے بس زندہ باد و مردہ باد
سو در کہیں کا ہو زنجیر خر کی دیکھتے ہیں

کہیں کے ہوں یہاں اینکر، کوئی بھی چینل ہو
ہر ایک بات عناں گیر خر کی دیکھتے ہیں

وہ بھولتا نہیں لندن فرار ہو کر بھی
جو خر نہیں تو تصاویر خر کی دیکھتے ہیں

نیوز میں ہیں کرپشن کی داستاں بن کر
یہ ٹٹو اِس میں بھی تشہیرِ خر کی دیکھتے ہیں

بنائے قصر ہے بدنامیوں کی قیمت پر
سو اپنی آنکھوں سے تقدیرِ خر کی دیکھتے ہیں

نویدؔ جب بھی کوئی کیس نیب کھولتا ہے
تو حرف حرف میں تصویرِ خر کی دیکھتے ہیں

وہ ڈاگِ یار اب کے بھی بھونکا "پرے پرے!"
عاشق پکارے باپ رے! تاڑو ارے ارے!

جانے بے غیرتی ہے یا شامت یا خودکشی
کشکول ملک کے ہیں ازل سے بھرے بھرے

زر کی ہے ریل پیل وفا کی شکستگی
پھر بھی جو وہ حماقتِ الفت کرے، کرے

تیری طرف سے اب کوئی مس کال بھی نہیں
سُن ہو گئے ہیں کان صدا پر دھرے دھرے

رہتے ہیں اپنے گھر بھی کرونا کے خوف سے
سب آہوانِ دشت کی صورت ڈرے ڈرے

دانشورانِ قوم کو کیا ہو گیا ظفرؔ
آنکھیں ہیں چینیوں سی تو بوتھے مرے مرے



دل جو کہتا ہے چلو کر دیکھو
کسی کٹے کو ہی چو کر دیکھو

کیا کہے گا بھلا وڑ جانی دا
کبھی مختارے کو دھو کر دیکھو

عید کے بعد کہاں ملتا ہے
گوشت کی یاد میں رو کر دیکھو

کب حسیناؤں کی باقی ہے جو اب
سایۂ زلف میں سو کر دیکھو

منفعت بخش ہے اینکر ہونا
کسی چینل کے تو ہو کر دیکھو

کب تلک نیند میں کھوئے گا کوئی
اُس کو ناخن تو چبھو کر دیکھو

کیسے شوہر نہ پسیجے گا ترا
آنکھ اشکوں سے بھگو کر دیکھو

مقتدر ہونا ہے ہر پارٹی نے
خود کو ہر سمت سمو کر دیکھو

کچھ رقیبوں میں بھی خوبی ہو گی
آتشِ بغض فرو کر دیکھو

اُس کے پیغاموں میں سازش ہے کوئی
آفرِ یار کو ''نو!'' کر دیکھو

کیچڑ جو کر کے نکلتے ہیں کھرا
وہ بھی کھا جاتے ہیں ٹھوکر دیکھو



تیرے فدائیوں کا تو جیسا بھی حال ہو
اے غیر سے بیاہتا تجھے کیوں ملال ہو

تجھ پر مجھے گمان کسی جانور کا ہے
لازم نہیں کہ تو بھی مرا ہم خیال ہو

اپنی حماقتوں سے تو برباد ہو گیا
میری جبیں پہ کیوں عرقِ انفعال ہو

پہلے وہ اضطراب، لٹوں کس طبیب سے
اب یہ عذاب، کیسے طبیعت بحال ہو

پھر تو نے چھیڑ دی ہے نئے فیشنوں کی بات
وہ میک اپ نہ کر کہ تجھے بھی ملال ہو

جا کر ولیمے میں تو زیادہ چرا نہ کر
اتنا ہی کھا کہ معدے کے جو حسبِ حال ہو

اب کے وہ قرض دے کہ میں تلکوں تمام عمر
اور مانگتے ہوئے تیرا جینا محال ہو

ہر شخص ہی فریب کے ڈھاٹے میں ہے ظفرؔ
جیسے وطن پہ ازلوں کرونا کا جال ہو

چائے آئی ہے نہ ویٹر ہی نظر آتے ہیں
کس کو معلوم کہ جا کر کہاں مر جاتے ہیں

جانے کس حال میں ہم ہیں کہ ہمیں دیکھ کے سب
سیلفیاں لینے کو رُکتے ہیں، گزر جاتے ہیں

خان جی! آپ نے کیا ملک کا یہ حال کیا
لوگ اب ''نوروں فتوروں'' کے بھی گُن گاتے ہیں

طعنۂ عشق نہ دو ہم کو کہ ہم ایسے ''چول''
کوئی مس کال بھی دے دے تو بہل جاتے ہیں

جیسے تجدیدِ حماقت کی بھی رُت ہو کوئی
ہم سنبھلتے ہیں تو لیڈر نئے آ جاتے ہیں

احتیاط ایسے بھی مہمانوں سے کہ جو گھر میں
گل بدست آتے ہیں اور ''بعدِ مرن'' جاتے ہیں

اوروں کے دلوں میں گھر کرے تو
ہم لیچڑوں سے حذر کرے تو

دفتر میں بجے ہیں تیرے بارہ
کیوں چھٹی بھی پانچ پر کرے تو

بوتھے پہ ہے نقشِ دست تیرا
پینٹر کی طرح کلر کرے تو

اِتنا بھی کریز ایکٹرس کا
کوئی نہ کرے مگر کرے تو

''تو تو'' ہو کہ طعنہ ہو کہ جوتا
ہر ایک کو نامہ بر کرے تو

تب اُس کے خلاف سنتا نہ تھا
اب شکوہ فراڈ کا کرے تو

صما، بکما ہے تو کیوں اُس کا گلہ میں نے کیا
خود قرنطینہ سرِ عہدِ وبا میں نے کیا

ڈاکٹر کے ہاتھ کی لکھی ہوئی تحریر تھا
اُس کو کتنی مشکلوں سے ترجمہ میں نے کیا

وہ مری پہلی حماقت، مجھ سے وہ پہلا فراڈ
بھول کر بھی پھر نہ پیمانِ وفا میں نے کیا

ہوں سزاوارِ سزا آیا صبا کے جھانسے میں
جب بھی ایزی لوڈ کا اُس نے کہا، میں نے کیا

عقد کی ایسی خوشی کس کو ہوئی ہو گی بھلا
گھر تو گھر ہر راستہ آراستہ میں نے کیا

مجھ پہ اپنا یہ ''چول پن'' ہو نہ ہو ثابت ظفؔر
لوگ کہتے ہیں اُسے ''گل گھوٹیا'' میں نے کیا



لُوٹ کر بھاگ لیا ہے کوئی جاتے جاتے
کب سے تاڑے ہوئے تھا وہ مجھے آتے جاتے

لینڈ کرتا نہ ترے باپ کے کمرے میں کوئی
اپنے کمرے کی اگر بتی جلاتے جاتے

کیسے کہتا تھا کہ دو دن کے لئے آیا ہوں
کتنا عرصہ لگا مہمان کو جاتے جاتے

عقد کا کارڈ نہیں بھیجا ہے ورنہ ہم بھی
بھوک دن بھر کی لئے ناچتے گاتے جاتے

اُس کی وہ جانے اگر اُس نے تمھیں کہہ دیا "دُر"
تم ظفرؔ اپنی طرف سے تو نبھاتے جاتے



گلہ فضول تھا عہدِ وبا کے ہوتے ہوئے
سو چُپ رہا کسی ٹھینگا نما کے ہوتے ہوئے

سیاستوں میں عجب ہاتھ پڑ گئے ہیں ہمیں
ہے رہنما کی طلب، مافیا کے ہوتے ہوئے

میں بزدلی کو شرافت شمار کرتا رہا
فراڈ اُس نے کئے ہیں سزا کے ہوتے ہوئے

نہ چاہتے ہوئے تجھ کو مما نے مان لیا
سو دیکھتا ہوں میں گھر میں دھما کے ہوتے ہوئے

مگر یہ سارے حسیں کس قدر برہنہ ہیں
دوپٹے پٹے کے، بندِ قبا کے ہوتے ہوئے

تمام دنیا میں کاسہ بدست پھرتی ہے
عجیب قوم ہے یہ دست و پا کے ہوتے ہوئے

ظفر کچھ ایسے بھی لمحے کبھی کبھی آئے
کہ بھونڈی کرتا رہا، دلربا کے ہوتے ہوئے



اک ذرا سُن تو مہکتے ہوئے گیسو والی
کون سی تو نے دکاں لوٹی ہے خوشبو والی

پھر یہ کیوں ہے کہ مجھے دیکھ کے وہ بھونکتا ہے
تیرے کتے میں تو وحشت نہیں آہو والی

دیکھنے میں تو چلتر نہیں لگتی ہے مگر
لوگ کہتے ہیں کوئی بات ہے "شیخو" والی

ٹاک شو جیسی کہاں اُس کے سخن میں چھل بل
نہ تو پرپیچ نہ تہہ دار نہ پہلو والی

جیل پہنچا کے بھی اِس دل میں منقش ہے ابھی
ہاتھا پائی وہ سرِ شام لبِ جو والی

ایک ہونے ہی لگے تھے کہ مسلماں کی طرح
آ گئی بیچ میں دیوار من و تو والی

کیسے احوال ہیں، جیتا ہے نہ مر چکتا ہے
ایک بیماری ہے، بیماری بھی اردو والی

جیسے اک بھوتنی گزری ہو گلی سے ہو کر
کوئی پازیب چھنک جاتی ہے گھنگھرو والی

ایسا لگتا ہے کہ اُس نے مرے سہ غزلے پر
چیخ ماری ہے کسی بھاگتے آہو والی

دستِ پاپوش کی زحمت سہی اے جانِ ظفرؔ
شوق مانگے ہے ''کھرک'' تیر ترازو والی



دوست بن بن کے مجھے ہاتھ دکھانے والا
وہی انداز ہے ظالم کا زمانے والا

اب مجھے وہ بھی سمجھتا ہے گرفتارِ بلا
سخت نادم ہے مرا عقد کرانے والا

صبح چمپت تھا وہی گھر کا صفایا کر کے
رات کو غنچۂ دل میں سمٹ آنے والا

کیا کہیں کتنے مراسم تھے ہمارے اُس سے
جو ہے ہر گام اڑنگی دئے جانے والا

کھانے پینے کو تو آ جاتے تھے سب یار مرے
اب ہوں کنگلا تو نہیں کوئی کھلانے والا

منتظر کب سے ہوں چوپال پہ بیٹھا ہوا میں
کون آئے گا یہاں مرغ لڑانے والا

کیا خبر تھی جو مری جان بنا پھرتا ہے
میری تشریف پہ ہے لات جمانے والا

میں نے دیکھا ہے الیکشن میں بھی جھرلو پھرتے
ہے کوئی خواب کی تعبیر بتانے والا

اب انگوٹھی کو عبث ڈھونڈتا پھرتے ہو ظفر
دوست ہوتا نہیں ہر ہاتھ ملانے والا



نصف شب کو مان ٹوٹا اور کیا
کال ٹوٹی، ساتھ چھوٹا اور کیا

کون سچا ہے صحافی کے سوا
میں بھی جھوٹا تو بھی جھوٹا اور کیا

تیرے ابے سے ہوا تھا ٹاکرا
عاشقی میں سر ہی پھوٹا اور کیا

آئی وہ بن ٹھن کے، بارش ہو گئی
رفتہ رفتہ رنگ چھوٹا اور کیا

یادگارِ ٹھیکیداراں تھا یہی
آخرش یہ پُل بھی ٹوٹا اور کیا

دی ہمیشہ اس نے اُلٹی مت مجھے
دل بھی تھا جھوٹوں سا جھوٹا اور کیا

دیکھنے میں یکساں تھے وہ اور جہاز
جب لگایا اُس نے سُوٹا اور کیا

جس کو ہم کر کے محافظ لائے تھے
اُس نے بھی ہم کو ہی لوٹا اور کیا

پاپ سنگر سے ہے فُل باغِ نوا
اب کوئی گل ہے نہ بوٹا اور کیا

ہجر میں ہم بھی عطا اللہ بنے
روئے دھوئے سینہ کوٹا اور کیا

مزاحیکو



بن بن سائیکو
جیون کو منظوم کیا
لکھ لکھ ہائیکو

مان گیا ہے ابا
گویا بلے کے بھاگوں
چھینکا پھوٹ پڑا

ایف بی پر اور نیک
میرا قیانہ کہتا ہے
آئی ڈی ہے فیک

من کو چھوڑو سب
برقی دھوبی آن کرو
کپڑے دھو لو سب

کیا خوش فہما ہے
ففٹی میں بھی اپنے تئیں
منڈا اکھنڈا ہے

اِتنے عاشق، ہائے!
اکڑ بکڑ بمبے بو
کرنا نہ پڑ جائے

سب کو روکا ہے
دیکھ تو کس کی مونچھوں نے
رُوٹ لگایا ہے

ہائے سُنیں نہ وائے
آج ہیں کتنی دوری پر
ہمسائے ماں جائے

بیگم غور کرو
ناممکن ہے کوئی پرند
ایک شجر کا ہو

سوچ کے کیسے انگ
لگتا ہے کہ اینکر نے
پی رکھی ہے بھنگ

کویتا ہے یا پاپ
اکثر شاعر رہ جائیں
اپنے سامع آپ

فرماتے ہیں باس
نوکر ہوں سو جب بولوں
کرتا ہوں بکواس

گھر پر ہی تم سونا
اب کے عید منائے گا
صرف اور صرف کرونا

کیسی صحافت یار
سن کر خامہ ناچتا ہے
سکوں کی جھنکار

سب کا پیر ہے نانواں
ایک کرایہ دار ہوں میں
منجی کتھے ڈاھواں

جے ہو کر پٹوں کی
اب اس گھی کو بھی درکار
انگلی ٹیڑھی سی

پھوٹ پڑیں ہاسے
کس کو آپ ڈراتے ہیں
نیب کی "پیجا" سے

آتے جاتے ہیں
وائی فائی کے سگنل بھی
بجلی جیسے ہیں

دے کیا کوئی رسید
بعض کتابیں چاہتی ہیں
دیمک سی تنقید

کیجے خاک قبول
پھول کے اب وہ پھول بنا
گوبھی والا پھول

اُف یہ رنگِ جہاں
وہ سچّا تسلیم شدہ
چٹّا جس کا کاں

مشکل وقتوں میں
اکثر لوگ نظر آئے
طوطا چشموں میں

عاشق کیہڑا ہے
ناچ نہ جانے اور کہے
آنگن ٹیڑھا ہے

سیّاں پروفیسر
وصل کی شب بھی منطق پر
دیتے ہیں لیکچر

پی ٹی سی ایل کو
بہرِ بیضۂ زرّیں
اگلے بیٹھے "کوہ"

یکساں گھورتے تھے
ہم اُس بُت کو پیار کے ساتھ
اور وہ غصے سے

بیوی وہ اُستاد
ماں نے پڑھایا کیا برسوں
کچھ نہ آئے یاد

سر نہ کھلوالے
اُس کا باپ ہلاکو ہے
ریکی کروالے

پوچھے بیوی کیوں
کس کلموہی سے لائے
آپ یہ سرکی جوں

لیڈر کیسے ہے
بھیجے تھے تقریر کو ہم
اور وہ رینکے ہے

میک اپ کچا جال
بارش ہو اور بہہ جائے
سارا حسن جمال

قیسِ ذی وقار
کتا دوڑے تو پکڑے
بجلی سی رفتار

خوب ہے یہ جلسہ
تقریریں ہیں بھیڑیوں کی
مجمع بھیڑوں کا

کورونا سمجھائے
ہاتھ ملانے والے سب
دوست نہیں ہوتے

واہ رے شاعر واہ
ننگے فرش پہ تشریفیں
سوچیں عرش پناہ

گیت کے مکھڑے میں
کتنے لفظ ہیں بھرتی کے
بحر کے رگڑے میں

غالبؔ ہے یا میرؔ
ہر عاشق یوں للچائے
حسن ہو جیسے کھیر

یاروں کو سمجھو
یہ سب ایسے اژدر ہیں
جن کے منہ سو سو

حسن و عشق کا راز
کیا جانے کب آن گھسے
دل میں ڈر انداز

طالع کیسا ہے
جیون کرنا مونچھوں سے
گاڑی کھنچنا ہے

دیکھو اودِل کے گیسٹ!
آج تو خیر سے پیار کا بھی
مثبت آیا ٹیسٹ



شکر دانِ سانیٹ



ظفرؔ اِک منچلا ارمان دم لینے نہیں دیتا
کبھی افسانہ بنتا ہے کبھی سانیٹ ہوتا ہے

ٹاک شو کے مبصر



شام ہوتے ہی سجی محفلِ تنقید و ثنا
آ کے بیٹھے ہیں سیاست کے پہلوان کئی
منہ میں ڈالے ہوئے نسوار کئی، پان کئی
ابھی بن جاتی ہے ٹی وی پہ اکھاڑے کی فضا

پہلوانوں کی طرح رِنگ میں اُتریں گے سبھی
دمبدم اپنی زبانوں کو ''پش اَپ'' کرواتے
گھوریاں ڈالتے، بھینسے کی طرح ڈکراتے
بات بے بات پہ اِک دوجے پہ گرجیں گے سبھی

جن کے پے رول پہ ہیں اُن کی ثنا کرتے ہیں
خود بھی لاعلم ہیں کیا کہتے ہیں، کیا کرتے ہیں
فرض جو ذمے لگا ہے وہ ادا کرتے ہیں

دیو بنتے ہیں سبھی، بونوں سے قد ہیں ویسے
یہ صحافت میں، سیاست میں تو رد ہیں ویسے
خود کو علامہ سمجھتے ہیں، چغد ہیں ویسے

مکتوب



گوری تیرے پریم نے چکرا رکھا ہے
پردیسی کے ہو گئے سب جذبات لہو
گھمن گھیری بن گیا عشقِ سادہ خو
ہجر کی کالی رات نے اُلجھا رکھا ہے

مجھ کو تو فرعون کے دور کی لگتی ہے
موبائل ہے پاس ترے ٹیلی نار نہ یو
نہ ٹوٹر کو جانتی نہ وٹس ایپ کو تو
دیکھو تو کس دور میں پیدا ہو گئی ہے

دور ہے یہ اسپیس کا اور تیرے مکتوب
پلے اپنے نہ پڑیں تیری یہ باتیں
قسمت میں کیا خاک ہو الفت کی سوغات
خالی کاغذ کو ترے چاٹوں کیا، محبوب!

حیراں تو یہ سوچ کے تیرا شاعر ہے
ڈاک کا ڈیپارٹمنٹ، تیری خاطر ہے؟

لیپ کا سال

لیپ کے سال نے یہ جوک کیا ہے کیسا
وقت کو ایک معمہ سا بنا رکھا ہے
کب سے زوجین میں ہنگامہ بپا رکھا ہے
دل میں ڈالا ہے گڑھا، پوک کیا ہے کیسا

کم سنی کا ہے بہت زعم مری بیگم کو
اپنی اسناد میں یہ بات مگر لکھی ہے
ہم جماعت ہی نہیں ہے مری ہم عمر بھی ہے
مجھ سے بیکار میں بنتی ہے بہت چھوٹی وہ

میں تو اب ہو گیا ہوں خیر سے چونسٹھ سالہ
فروری کی کسی انتیس کو پیدا ہوئی تھی
بس اِسی واسطے بنتی ہے وہ بے بی بے بی
بس اِسی واسطے مٹتا نہیں اُس کا چالا

آج نسوانی ادا پھر سے دکھائی اُس نے
سولھویں سالگرہ اپنی منائی اُس نے



سوچنا



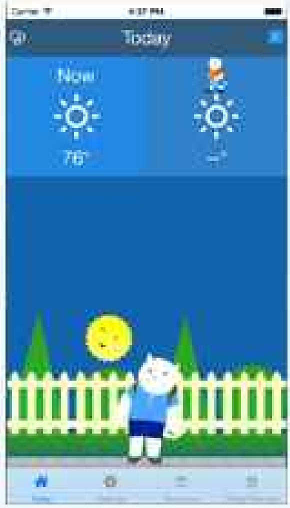
خان صاحب کی خرد مندی ہے
سوچنے کا جو بکھیڑا نہ کریں
غرق یوں کام کا بیڑا نہ کریں
اُن کے ہاں سوچ پہ پابندی ہے

میرے جیسے ہیں بہت سے دانا
جب عمل کا ہو سمے، سوچتے ہیں
اپنی ٹھوڑی کو یونہی نوچتے ہیں
کر دیں غارت یوں عمل کا لمحہ

سوچنا کام ہے علّاموں کا
کبھی مذہب کے چھونے کاٹیں
کبھی افکارِ زمانہ چاٹیں
تجربہ چاہیے اِن کاموں کا

ٹھیک ہوتا ہے بزرگوں کا کہا
یہ بھی کہ ''سوچی پیا، بندہ گیا''

موسم کی ایپس



باوا آدم ہی نرالا ہے زمانِ نو کا
دیکھتی آنکھوں سے اچھے بھلے چہرے دیکھے
سب کے ہاتھوں میں موبائل کے بٹیرے دیکھے
سب پہ ''بیکاروں'' کا ہوتا ہے سبھی کو دھوکا

سب ''بٹیروں'' میں مگر ایپس بھی ہوتی ہیں بہت
ایپس کے بل پہ موبائل کا جنوں ہے صیقل
ایپس کا ساتھ میسر ہے سبھی کو ہر پل
اِن میں جو ایپس ہیں موسم کی، نرالی ہیں بہت

ایسا ایمان ہے اِن پر کہ بتاؤں کیسے
اب تو کھڑکی سے بھی باہر نہیں جھانکا جاتا
ایپس کو کھول کے دیکھا ہے بہ چشمِ بینا
اور یہ فیصلہ کر ڈالا ہے لیٹے لیٹے

ایپس نے کہہ دیا بارش ہے تو بارش ہو گی
(آنکھوں دیکھی سے کوئی نہ کوئی لغزش ہو گی)

اور سہی



تو کہ بچپن سے مرے ساتھ رہی ہے جاناں!
ایک انگنائی میں ہم دونوں اُگے اور بڑھے
ایک ہی عہد کا مکتب تھا کہ ہم جس میں پڑھے
دیکھ لے! میں بھی وہی تو بھی وہی ہے جاناں

ساتھ ہی دیکھے گئے ہر جگہ ہر دم دونوں
کتنی دوپہریں مہنّوں میں گزاریں مل کر
کتنی شاموں میں رہا اپنی شرارت کا سفر
پیڑ اور بیل کی صورت رہے باہم دونوں

تیری صحبت سے میں مانوس رہا ہوں اِتنا
کہ کوئی اور حسینہ مجھے اچھی نہ لگی
کوئی میڈونا ، ایلیزبتھ، نہ کوئی مادھوری
اور خوش آیا تجھے اور کسی کا رشتہ

تیری بدلی ہوئی نظروں پہ بھی اب غور سہی
''تو نہیں اور سہی اور نہیں اور سہی''

تازہ گنڈیریاں



ایسا بھی کیا کہ چہرے پہ بارہ بجے رہیں
ایسا بھی کیا کہ منہ کو سُجائے رہو میاں
رکھو گے یاد تلخیٔ ایّام تا بکے؟
چوسو مرے کلام کی تازہ گنڈیریاں

۲۰۱۹ء کا آخری قطعہ

آج جو سالِ رواں سے ہے خفا، وہ بھی ظفرؔ
سالِ نو کے پینتروں کو جھیلنے لگ جائے گا
آنے کو میدان میں ہے، مشتری ہوشیار باش!
وقت کل سے ٹی ٹونٹی کھیلنے لگ جائے گا

اُف کرونا

جا کے ہمسائی سے کیسے دُکھ سُکھ کہے
ہے ''کرونا'' نے مشکل بنایا ہوا
میری بیوی ہے یوں بوکھلائی ہوئی
جیسے مرغی کے انڈہ ہو آیا ہوا

غالباً

دیکھ کر مجھ کو وہ جیسے کھل اُٹھی تھی غالباً
کچھ نگاہوں میں حیا تھی، کچھ ہنسی تھی غالباً
بعد میں اِک یار نے نوٹس لیا تو یہ کھلا
پینٹ کی اگلی طرف کی زِپ کھلی تھی غالباً

چکنے پات

عصرِ حاضر کی فیکٹری سے ظفرؔ
کیسے بچے نکل کے آتے ہیں
دست بستہ ہیں ان کے بھی اُستاد
اِن کو اُستاد مان جاتے ہیں

ہائے سیاست

ہائے قومی سیاست کا مینو ظفرؔ
فاقہ مستوں کا جس میں بھلا ہی نہیں
آج دھوکہ دہی کی دہی کے سوا
قوم کے واسطے کچھ بچا ہی نہیں

سوال

جو دیکھتا ہے قوم کو تاجر کی آنکھ سے
اُس کو کسی نے سر پہ چڑھایا تھا کس طرح
وہ پوچھتا ہے مجھ کو نکالا گیا ہے کیوں؟
اور قوم پوچھتی ہے وہ آیا تھا کس طرح

ہیہات

سب کی نظر ہمارے ہنر پر لگی رہی
لفظوں میں جو پروئی تھی گالی نہ جا سکی
ہم پھنس کے رہ گئے ہیں افاعیل میں ظفرؔ
دل کی بھڑاس ہم سے نکالی نہ جا سکی

غمِ دِگر

کچھ کم تو نہیں ہیں غمِ دوراں، غمِ جاناں
اِک کربِ مسلسل سے ہے بسمل یہ دوانہ
اُس ساعتِ ماتم کا بیاں ہو نہیں سکتا
جب مونگ پھلی میں سے نکلتا نہیں دانہ

نکتہ چینی

ہم کو اثبات کی امید ظفرؔ
اشتیاق آپ کو کج بینی کا
ہائے یہ آپ کی ''نکتہ چینی''
ایک نقطہ بھی نہیں چینی کا

ندامت

قوم کو لوٹ کر کھا گئے ہر طرح
پر ندامت کے آثار مفقود ہیں
شیر کیوں نہ دِکھیں، ڈھیٹ کیوں نہ بنیں
اُن کے حصے کے احمق جو موجود ہیں

امرِ حیرت

امرِ حیرت ہے عقد کر کے بھی
تیرا فدوی خودی کا خوگر ہے
''عزت افزائیوں'' پہ کیوں ہے خجل
یہ تو شادی شدوں کا زیور ہے

استدعا

بہت سے صاحبِ دیوان شعراء کی طرح کیانی
افادے میں مرے اشعار بھی بیکار ہیں کچھ تو
مرے دیوان کو بھی گود لے لے پبلشر کوئی
مری تکبندیاں بھی داد کی حقدار ہیں کچھ تو

تصدیق

صدرِ امریکہ ہوا پھر لب کشا
سرخیِ اخبار ہے سہ کالمی
از سرِ نو کھل گیا ہم پر ظفر
شہرت بونگوں کی تو ہے عالمی

کارِ بیکاری

بنک سے اپنے گھر کو آتے ہوئے
کسی پل نہ ''گنوائی بیکاری''
بنک اسٹیٹمنٹ پہ ہم نے ظفرؔ
ایک پوری غزل ہی لکھ ماری

لفافہ کریسی

جو صحافت کے ادارے تھے ریاست کا ستون
مقتدر حضرات وہ سارے ہی کٹھ پتلی ہو گئے
جو صحافی تھے سبھی غرقِ لفافہ ہیں ظفرؔ
اور سیاسی تبصرے بھانڈوں کے ذمے ہو گئے

بوڑھا

مجھے بوڑھا کہا جاتا ہے کیسے
خفا اس پر میں سب سے ہو گیا ہوں
بجا کہ عمر ہے ستر برس کی
مگر میں بوڑھا کب سے ہو گیا ہوں

عقدِ ثانی

عمرِ عزیز پھنس گئی ستر کے پھیر میں
لیکن یہ اور بات کہ جی دار پھر بھی ہوں
نہ منہ میں دانت ہے نہ کوئی آنت پیٹ میں
اِک اور عقد کے لئے تیار پھر بھی ہوں

دعا

یوں تو کہنے کو بخشش کی خاطر ہی بوڑھے
روز و شب گڑگڑا کر دعا مانگتے ہیں
ہاں مگر جب حسینوں کو یہ دیکھتے ہیں
تو جوانی کی اکثر دعا مانگتے ہیں

عقل کرو

اگر نجات نہیں مل رہی ہے کھوں کھوں سے
ادائے خاص سے ہاتھوں میں یوں نہ لو سگریٹ
اگر افورڈ نہیں ہو رہا ہے صحت سے
تو کس حکیم نے بولا ہے کہ پیو سگریٹ

آن لائن کلاسز

آن لائن پڑھائی میں بچے
ہونے پائیں گے کیا بھلا مصروف
سب دکھاتے ہیں شانِ استغنا
اُن کے ماں باپ ہیں سوا مصروف

سینیٹائزر

شاپ کیپر سے خاتون کہنے لگیں
تنگ کرتے ہیں گلیوں کے لالے مجھے
کوئی ایسا سنیٹائزر دیں کہ جو
تاڑوں کی نظر سے بچالے مجھے

اداکار

پولیٹیشن ہیں بہت سے ایسے
ہر سمے خوگرِ گفتار ہیں بس
بعض لوگوں کی سیاست ہے یہی
نیوز چینل کے اداکار ہیں بس

بعض لوگ

بعض لوگوں سے مل کے ہونٹوں پر
آٹومیٹک ہی پھبتی ہونے لگے
بعض ٹنڈوں کو دیکھ کر جیسے
یونہی ہاتھوں میں کھجلی ہونے لگے

منزل یہی کٹھن ہے

اب پبلشروں تک مشکل ہے
شاعر کی رسائی ''انہے واہ''
وہ اپنی کتابیں چھپوائے
ہو جس کی کمائی ''انہے واہ''

اینٹ کتے کی ٹکر

مجنوں کی طرح لیلیٰ کے بھائی بھی ہیں کریک
گویا ہے اینٹ کتے کی ٹکر لگی ہوئی
ہو حسن کی سیکیورٹی یا عشقِ بے حجاب
''دونوں طرف ہے آگ برابر لگی ہوئی''

بھارت

عدو میں جنگ بازی کا ہے کیڑا
بصد رفتار بڑھنا چاہتا ہے
بڑے ہی جارحانہ ہیں عزائم
"کرونا وار" بڑھنا چاہتا ہے

آہ یوسفی!

ہماری خوش کلامیاں تو عہدِ یوسفی سے تھیں
ہمارے گنگ گنگ سے قلم سے تعزیت کریں
ہمارے قہقہے یتیم ہو کے رہ گئے ظفرؔ
لواحقینِ یوسفی ہیں ہم سے تعزیت کریں

منظوم چھاپے



ہم اپنا حالِ دل لکھنے کو بیٹھے تھے عجب کیا ہے
لطیفوں پر بھی کچھ منظوم چھاپے پڑ گئے ہوں گے

نہلے پہ دہلا

وہ بولی

گلوکاری میں مثل میری نہ پائے گا تو
میں اسٹیج پر رات گانے کو آئی
تو یوں لے اُٹھائی
کھلے کے کھلے رہ گئے سب کے منہ

وہ بولا

نہیں جی، مجھے ہضم یہ بات ہوتی نہیں
کہیں ایسا ہوتے نہیں دیکھا میں نے
بیک وقت ایسے
سبھی کو جمائی تو آتی نہیں

سردار پھر سردار ہیں

محوِ پرواز تھا
ریسکیو کے مشن پر ہیلی کاپٹر
جاں بچانے کی خاطر تھے رسّے سے لٹکے ہوئے
چار سردار جی اور اک خان جی
پائلٹ نے کہا
تم میں سے ایک رسّے کو اب چھوڑ دے
ورنہ سب جائیں گے
خان جی نے کہا
''ٹھیک ہے، ام یہ قربانی دے گا مڑا!''
چاروں سردار جی خوش ہوئے
اور بجانے لگے تالیاں

حفظِ ماتقدّم

مٹھائی کی دکاں کے واسطے درکار ہے نوکر
زیادہ اس میں چاہے ہوں نہ ہوں جوہر
مگر ہو لازمی ''شوگر''

عقل بڑی کہ بھینس

آخر اِک سردار تلک آ پہنچا یہ بھی کیس
اُن کے یار نے اُن سے پوچھا عقل بڑی کہ بھینس؟
سہلایا ٹھوڑی کو، کچھ سوچا اور پھر بولے
تاریخِ پیدائش تو بتلاؤ ان کی پہلے

گارنٹی

خاصا مضبوط ہے شیشہ صاحب!
میری گارنٹی ہے کہ بیسویں منزل سے اگر پھینکیں گے
آپ دیکھیں گے کہ انیسویں منزل تک بھی
یہ نہیں ٹوٹے گا

ترکی بہ ترکی

ایک کنجوس نے طوطے سے کہا
''چوری کھائے گا؟ میاں مٹھو کی مرضی ہے کیا؟؟''
طوطا غصے سے یہ بولا ''بس بس!
خود بھی توفیق ہوئی ہے تمھیں کھانے کی کبھی؟؟''

خفگی

ایک صاحب نے بڑے غصے سے
اپنے اک یار سے یہ بات کہی
یہ جو کرکٹ کا ہے میداں، اس میں
ہیں تماشائی ہزاروں، پھر بھی
کیسا کم ظرف ہے کوا ہائے!
بیٹ مجھ پر ہی اسے کرنی تھی!!

کسمپرسی

ایسا کس موقع پہ ہو گا بولو؟
بھائی بھائی کو نہ پہچانے گا
باپ بیٹے کو بھلا ڈالے گا

ایسی دشواری کی گھڑیاں ہیں دو
یا قیامت کے بپا ہونے پر
یا ولیمے کے کسی کھانے پر

گداگری بالمقصد

بھکاری نہیں ہوں
میں یہ دیکھنے کو گدا مانگتا ہوں
کہ دنیا میں کتنے سخی رہ گئے ہیں؟

بجلی کی طرح

کیوں بے!
تو جس کام سے بھی جاتا ہے
دو دو گھنٹے بعد ہی واپس آتا ہے

آپ کا تابع فرما ہوں جی!
آپ نے ہی تو فرمایا تھا
کام کرو بجلی کی طرح

تجسّس

بیوی نے دیکھا اُس کا میاں
تھا کارِ عجب میں سرگرداں
وہ آئینے کے آگے تھا
اور اپنی آنکھیں میچے تھا
بیوی کو ہوئی خاصی حیرت
پوچھا کہ ارے یہ کیا حرکت؟
وہ بولا ''دیکھنا چاہتا ہوں
سوتے ہوئے کیسا لگتا ہوں''

بال

بچہ نائی سے بولا ''بال مرے کاٹیں!''
نائی بولا ''کتنے چھوٹے کرنے ہیں؟''
بچہ بولا ''بس اِتنے!
بال ہوں میرے تو اچھے
ابّا جی کے ہاتھ میں جو نہ آ پائیں''

پیرا شوٹ

گاہک بولا ''پیرا شوٹ تو دیتے ہو!
بٹن دبانے پر بھی کھل نہ پایا تو؟''
خان جی بولے ''فکر ہے کیوں؟
بالفرض ہو جائے جو یوں
تو پھر ام تبدیل بھی کر دے گا اِس کو''

اندیشہ

اِس قضیے میں اک خاتون کو دیکھا ہے بے باک بہت
گھر کی پرانی چیزیں باہر پھینکنے میں ہے طاق بہت
اور اس ہفتے سے یہ دیکھ کے مجھ کو لگا ہے شاک بہت
اُس کا شوہر نظر نہیں آیا ہے آتے جاتے کہیں

جیسے کو تیسا

اُس نے اِس کو سالگرہ پر کنگا بھیجا
کیونکہ اُس کے بال نہ تھے
اِس نے جواباً برش کا اُس کو تحفہ بھیجا
کیونکہ اُس کے دانت نہ تھے

نظمالوجی



جذباتی ہو کے بائیوگرافی کے ذکر پر
خامہ تلکنے لگ گیا قرطاسِ فکر پر
جیون کے سارے رنگ بہاتا چلا گیا
ہر پل کا کارٹون بناتا چلا گیا

بیگم



رمضان میں فاقوں سے کہاں ہرتی ہے بیگم
ہاں چپ کا اگر روزہ ہو تو جھرتی ہے بیگم

ہمسائی نے پہنا ہو، ڈیزائن بھی نیا ہو
ہر ایسے لبادے پہ تو بس مرتی ہے بیگم!

تقریب دسمبر میں جو فیشن کا جنوں ہو
بے بازو قمیضوں میں بھی کب ٹھرتی ہے بیگم

ناکام نہ منصوبہ کوئی اُس کا کبھی ہو
الزام میاں پر ہی سدا دھرتی ہے بیگم

وہ حال کیا ہے کہ شبہ ہونے لگا ہے
چنگیز کے لشکر میں کہیں بھرتی ہے بیگم

ہوتی ہے جو ڈائننگ پہ تو کھاتی نہیں کچھ بھی
ہاں پھر بھی مرا مغز بہت چرتی ہے بیگم

ویسے ہی کریزیں میری نیت کی نکالے
جیسے میرے کپڑوں کو پریس کرتی ہے بیگم

وہ سانڈ سدھایا ہے جسے کہتے ہیں شوہر
حیرت ہے کہ پھر چوہے سے کیوں ڈرتی ہے بیگم

جس طور کے نخرے ہیں، اگر ویسی ہے نازک
چلتے میں ہلائے ہوئے کیوں دھرتی ہے بیگم

میں نے بھی ظفرؔ بحث کبھی کی نہیں اس سے
سو "مینا" مجھ کو بھی کہا کرتی ہے بیگم



شوہر

یار لوگوں میں تو بنتے ہیں مچھندر شوہر
اپنے گھر میں نظر آتے ہیں وہ شوہر شوہر

ایک مخلوق ہے، عبرت کا نمونہ جگ میں
''شرف الرّجل'' پہ رشتوں کا ہیں سنسر شوہر

ذات کی ہٹی میں وہ مال کبھی نہ پایا
منہ پہ جس کا ہیں لگائے ہوئے بینر شوہر

دیکھ اوقات کبھی اُن کی خود اُن کے گھر میں
وہ جو دفتر میں بہت بنتے ہیں افسر، شوہر

دُم ہلاتے نظر آئے تھے بہ روئے بیگم
سرِ بازار ملے صورتِ شوفر، شوہر

اِس قدر کرتے نہ مجنوں میاں "لیلیٰ لیلیٰ"
گر بنے ہوتے بہ تدبیرِ مقدر شوہر

علمِ زوجین کے سبجیکٹ کا ایکسپرٹ ہوں میں
ایک مدت سے لگا ہوں میں برابر شوہر

بیویوں کی کسی محفل میں سنا ہے میں نے
جو بھی شوہر ہے وہ اوروں سے ہے بدتر شوہر

پھبتیاں کستے ہیں سارے ہی جہاں پر، دن بھر
اور سسرال میں جگتوں کا ہیں محور، شوہر

صوت و نالہ کا عجب رنگ نظر آئے گا
بزمِ شعری میں بھی آئے ہیں سخنور شوہر

ڑ



(اُن تمام بیت بازوں کے لئے، جن کی سوئی
ہمیشہ لفظ "ڑ" پر اٹک جایا کرتی ہے)

ڑ ہے اور بیت بازیوں کی اکڑ
تو بھی کوئی سخن کا ڈڈّو پکڑ

ڑ پہ ہر شعر ختم کرتا ہے
پڑ گیا ہے گلے کوئی چچڑّ

ڑ سے اُردو میں حرف کوئی نہیں
تو کسی اور ہی زبان میں وڑ

ڑ کو جب بھی لغت میں دیکھا ہے
بھاگتے ہیں ورق دگڑ دگڑ

ڑ کا اِتنا بھی مسئلہ نہیں ہے
اِس کا ''ط'' اگر نہ جائے اڑ

ڑ سے بنتا نہیں ہے لفظ اگر
ایلفا بٹ میں یہ کیوں رہا ہے سڑ

ڑنگ کہتا ہے رنگ کو بچہ
ہے نہالِ لاہور کی کوئی جڑ

ڑ سے بنتا نہیں ہے شعر مزید
یوں چراغِ دماغ کو نہ رگڑ

ڑ پہ لکھی ہے کیسی نظم ظفرؔ
ایک جیسا ہے اس کا سر ہو یا دھڑ

کئی دِنوں سے

یوں دیکھتا ہوں دنیا کے ایک اک نفر کو
جس طرح آفریدی
اِنڈیا کے باؤلر کو
یا جیسے کوئی لیڈر
بعد از چناؤ اپنے ووٹر کو دیکھتا ہے
چلتا ہوں جب میں باہر
تو لگتا ہے یہ اکثر
گلیاں ہوں تنگ یکسر



اور ہو گئے ہوں جیسے
بازار بھی سکڑ کے
ہندو کی ذہنیت سے
یوں سوچتا ہوں جیسے
یہ کام سوچنے کا کچھ ہے تو بس یہی ہے
کچھ سوچنا نہیں ہے
یوں بولتا ہوں جیسے
وٹا بڑا سا کوئی لڑھکے پہاڑ پر سے
لہجے میں مکے بازی
لفظوں میں ٹھڈے بازی
انداز ہیں تبر سے
اطوار ہیں ''جنوں'' سے
پختونی کیفیت میں ہوں میں کئی دنوں سے

دیکھو کرونا!



دیکھو کرونا!
یوں تو کرونا!

چلنے لگے تھے اچھے بھلے ہم
تبدیلیوں کی راہوں پہ پیہم
دعووں سے ہو کے
نعروں سے ہو کے
اُلٹے ہوں جن سے وہ وہ کرو نا
یوں تو کرونا!

اپنا تو سب کچھ بس میٹرو تھا
اس پر لگا تھا سارا ہی پیسہ
کھاتے تھے اس کو
پیتے تھے اس کو
تم اس کے ہوتے کیوں ہو کرونا
یوں تو کرونا!



ہم رہ گئے ہیں دنیا سے پیچھے
تم اُڑ رہے ہو آگے ہی آگے
رستہ ہمارا
کاٹو نہ سارا
اپنی فلائیٹ سولو کرونا
یوں تو کرونا!

پلٹی ہے تم نے عالم کی کایا
اچھے اچھوں کا پٹھا بٹھایا
بنتے تھے سُوپر
کھاتے ہیں چکّر
اُن کی صفوں میں ہم کو کرونا
یوں تو کرونا!



مجبوری

اماں!
تو نے
جس لڑکی کو
چنا ہے میری خاطر
اُس کا رنگ تو دیکھو
دائیں آنکھ کا ڈھنگ تو دیکھو
ناک پکوڑے کے جیسی ہے
ٹھوڑی بھی کچھ بڑی بڑی ہے
وزن بھی اللہ جھوٹ نہ بلوائے تو مجھ سے دُگنا ہوگا
اماں! اس سے رشتہ کر کے
جیون ہی بلڈوزمرا کرنا ہے؟

بیٹا!
میری بھی آنکھیں
میں بھی دیکھ رہی تھی
لیکن کرتی تو کیا کرتی
تیری محبت نے مجھ کو مجبور کیا تھا
میں نے سُنا تھا
وہ کلمونہی
ایف بی پر ہے ایک تمھاری بیسٹ فرینڈ!!



اُف یہ نیند



نیند آمادۂ شرارت ہے
اس کا آنا تو میری شامت ہے

پچھلے ہفتے بھی اس کی حرکت سے
گرما گرمی رہی مرے گھر میں
نصف بہتر بنی تھی فُل بدتر
اِک تباہی پھری مرے گھر میں
سب اُسی نیند کی بدولت ہے

گھوریاں اُس کی نہ ٹھہرتی تھیں
(دیدۂ زوجہ یوں بھی خنجر ہے)
تین سو ساٹھ بار پوچھ چکی
''آپ کا اُس کا کب سے چکر ہے
کون کلموہی ہے جو نزہت ہے؟''

کوئی بتلاؤ کیا میں بتلاؤں
نیند کی ''بی جمالیوں'' کا حال
جانے کس کے نصیب کی شامت
میرے خوابوں کو اُس نے کی ارسال
اِس سے میرا قصور ثابت ہے؟

نیند کی اِس پرائیویسی میں
یوں ہے بیگم کا داخلہ ممنوع
پھر بھی بہ اہتمامِ شامتِ من
کر دیا بھید آپ ہی مسروع
(نیند میں بولنے کی عادت ہے)

آج پھر سو رہا تھا میں اور پھر
یک بہ یک جاگنا ہوا میرا
میں نے دیکھا کہ میری بیوی نے
میرے لب پر ہے اپنا کان دھرا
ایسی جاسوسی اُس کی فطرت ہے!

اب یہ سوچا ہے میں نے تنگ آمد
وہ جو کرتا ہے جاٹ کر دوں گا
اپنی بیوی سے قبل سونا نہیں
نیند کا بائیکاٹ کر دوں گا
ورنہ یہ زندگی تو غارت ہے



عید پہ جو قربان ہوا

کہنے کو وہ بکرا تھا
لیکن یہ بھی جھوٹ نہیں
ظالم ہم تم جیسوں سے
بڑھ کے معزز لگتا تھا

قیمت میں وہ بڑھ کر تھا
کچھ میری اوقات سے بھی
بھاؤ تاؤ کی ازلی
مدد نہ ملتی سروں کی
تو میں لے نہ سکتا تھا
یہ جو مری تشریف پہ ہے
زخم --- یہ ہرگز نہ ہوتا

ایسا جادوگر تھا وہ
دن میں دکھائے تارے تھے
(سینگ بھی مجھ کو مارے تھے)

گھر میں مجھ سے تھا مقبول
بسکہ کروا بیٹھتا میں
گھر میں الیکشن کی جو بھول
اُس کی جیت یقینی تھی
اور مری یہ شورش بھی
پول میں کوئی رگنگ ہوئی
لاحاصل ہی رہنی تھی
میں تو اس کے سامنے تھا
مولانا فضل الرحمن
اور یہ ظالم لگتا تھا
تبدیلی والا عمران

خو بو میں تھا افسر سا
اُس پر حکم چلاتا تو
ایک تجاہل سے مجھ کو
تکتا اور منہ پھیرتا تھا

دن بھر میں میں کرتا تھا
بالکل میرے افسر سی
گھر میں فضا مل جاتی تھی
مجھ کو اپنے دفتر سی

ہائے ہجر کی مت پوچھو
کتنا کٹائی کا اینٹھا
اسے ذبح کرنے سے قبل
اُس نے مجھ کو ذبح کیا

خو بو میں تھا افسر سا
اُس پر حکم چلاتا تو
ایک تجاہل سے مجھ کو
تکتا اور منہ پھیرتا تھا

دن بھر میں میں کرتا تھا
بالکل میرے افسر سی
گھر میں فضا مل جاتی تھی
مجھ کو اپنے دفتر سی

ہائے ہجر کی مت پوچھو
کتنا کٹائی کا اینٹھا
اسے ذبح کرنے سے قبل
اُس نے مجھ کو ذبح کیا

اِتنی قربانی کے بعد
فرض یہ بنتا ہے اس کا

(عید پہ جو قربان ہوا)
پلِ صراط کے اوپر سے
مجھ کو حفاظت سے لے جائے
(دیکھے نہ کرتوت مرے)



میں بھی شوہر ہوں

خاصی لمبی سی ناک ہے میری
اثر انگیز ٹاک ہے میری
ساری دنیا پہ دھاک ہے میری
اور گھر میں فلاپ سب کی طرح
میں بھی شوہر ہوں آپ سب کی طرح

زعمِ مردانگی کا پھیر بھی ہے
یہ زبر کچھ جگہوں پہ زیر بھی ہے
پیشِ زوجہ تو تیرا شیر بھی ہے
دم ہلانے میں ٹاپ سب کی طرح
میں بھی شوہر ہوں آپ سب کی طرح



جب بھی سسرالیوں میں گھرتا ہوں
کن پشیمانیوں سے چڑتا ہوں
سارے سسروں کو دیتا پھرتا ہوں
اپنی گردن کا ناپ سب کی طرح
میں بھی شوہر ہوں آپ سب کی طرح

یہ جو اک قیدِ خانگی ہے مری
اپنی قسمت سے دل لگی ہے مری
''زندگی خوب کٹ رہی ہے مری''
راگ تو بھی الاپ سب کی طرح
میں بھی شوہر ہوں آپ سب کی طرح

دل میں ویسے تو کیا کیا پکتا نہیں
صبر کرنے سے پھر بھی تھکتا نہیں
ہائے! فدوی نکال سکتا نہیں
اپنے اندر کی بھاپ سب کی طرح
میں بھی شوہر ہوں آپ سب کی طرح

ٹوٹ بٹوٹ

سارے لیڈر ٹوٹ بٹوٹ
اور متواتر ٹوٹ بٹوٹ
ایک حصارِ سحر میں قوم
جنتر منتر ٹوٹ بٹوٹ
اب ہے سیاست ایک دھمال
مست قلندر ٹوٹ بٹوٹ



مکر کی آندھی ہے باندی
جھوٹ کا چکر ٹوٹ بٹوٹ
جیسے اکڑ بکڑ ہم
ویسے رہبر ٹوٹ بٹوٹ
بدعنوانی اک دلدل
جس کے اندر ٹوٹ بٹوٹ
گردن گردن اُترے ہیں
اس میں برابر ٹوٹ بٹوٹ
کیچڑستاں سب اعمال
سنگِ مرمر ٹوٹ بٹوٹ
نام کے راجہ، شیخ، میاں
کام کے شودر ٹوٹ بٹوٹ
پانامہ کا جن ظاہر
پھر بھی مچھندر ٹوٹ بٹوٹ
اب تو زہروں زہر ہوئے
اندر باہر ٹوٹ بٹوٹ

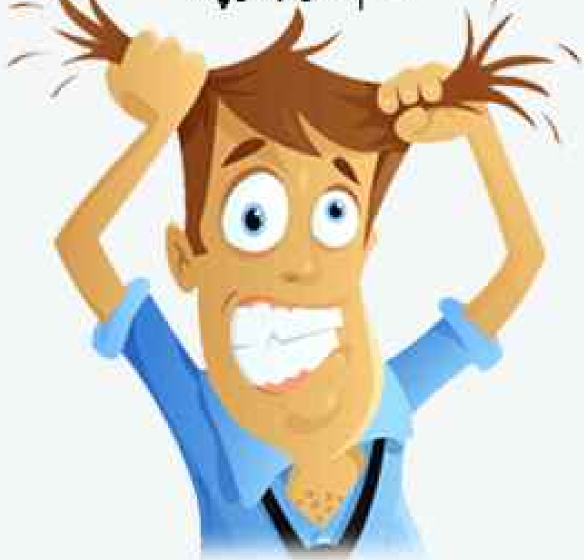
دیوارِ گریہ پر بھی
تھاپے گوبر ٹوٹ بٹوٹ
جل دے جاتے ہیں کیسے
ہو کر ازبر ٹوٹ بٹوٹ
ڈھیٹ بنے کی پہنے ہیں
زرہ بکتر ٹوٹ بٹوٹ
''زندہ باد'' ہوئے پھر سے
نعرے سُن کر ٹوٹ بٹوٹ
ایسی قلابازی کھائیں
لگتے ہیں بندر ٹوٹ بٹوٹ
جن کو اِس دھرتی نے جنا
وہ بھی مہاجر ٹوٹ بٹوٹ
ایک نہالِ آس نہیں
سارے بنجر ٹوٹ بٹوٹ
قوم کی کوئی فکر نہیں
آپ ہیں محور ٹوٹ بٹوٹ

نیوز کا ہر چینل پنڈال
اور زور آور ٹوٹ بٹوٹ
ہر دم نورا کشتی ہے
ہر دم ٹرٹر ٹوٹ بٹوٹ
کون سی لاٹھی سے ہوں گے
تتر بتر ٹوٹ بٹوٹ



اُمید

(نظم لکھنے کی فرمائش پر)



سر خمیدہ آپ کی تاکید پر
پر قلم رُک جاتا ہے تمہید پر
نظم لکھوں کس طرح امید پر

کوئی بھی صورت نہیں امید کی
سوجھتا کچھ بھی نہیں ہے کیا کروں
لوڈ شیڈنگ ہو گئی تقدیر میں
ایک ہی رنگِ حزیں ہے کیا کروں
نظم لکھوں کس طرح امید پر

نوکری پہلے بھی حلوہ تو نہ تھی
اب تو ہے دشوار سے دشوار تر
باس نے اکتا کے بھی چھوڑا نہیں
طنزیہ انداز ہر ہر بات پر
نظم لکھوں کس طرح امید پر

لیڈروں میں ٹھہرا اِٹ کتے کا بیر
دیکھ کر ان کو بہت کڑھتے ہیں سب
اور جھگڑے کی وجہ کوئی نہیں
میرے کمبل کے لئے لڑتے ہیں سب
نظم لکھوں کس طرح امید پر

سیلری یوں کہنے کو ہے منتقلی
ختم ہو جاتی ہے پندرہ روز میں
اور پھر قرضہ کوئی دیتا نہیں
اس مری دنیائے کینہ طوز میں
نظم لکھوں کس طرح امید پر

کس قدر خمیازہء بیم و رجا
روز ہی اعصاب پر آ کر گرے
نا امیدی کا یہ عالم ہائے ہائے
اب تو بیوی بھی نہیں امید سے
نظم لکھوں کس طرح امید پر



ہنسوڑ رباعیات



بیگم کا گلہ، اپنی دُہائی لکھ دی
یا دونوں ہی جانب سے صفائی لکھ دی
جب آنکھ لگی وقت کی، ہم جاگ گئے
جب موقع ملا ہم کو، رُباعی لکھ دی

میں کتنا ہی بن جاؤں چنا لوہے کا
پیش اُس کے تو انجام ہے ڈھل جانے کا
بیوی بھی ہے استانی مری، سو اُس کا
غصہ بھی ہے اُستاد مرے غصے کا

کب کام بھلا لکھنے لکھانے سے ہے
نسبت ہے تو بس باتیں بنانے سے ہے
کچھ ایسے بھی بچے ہیں، پڑھانا جن کو
دشوار گدھوں کو بھی پڑھانے سے ہے

وحشت تو بہت رکھتا ہے آہو کی طرح
آ جاتا ہے قابو دلِ بدھو کی طرح
شوہر جسے کہتے ہیں یہ شے بھی اب تو
گھر والی کے ہاتھوں میں ہے جھاڑو کی طرح

کہتے ہو یہاں ''بیل'' نظر آیا تھا
کیا مسئلۂ ضعفِ بصر آیا تھا
اوہ! ٹھیک ہے، تم بھی نہیں کہتے ہو غلط!!
کل شب میرا سالا میرے گھر آیا تھا



کب جا کے کسی چوک میں آوارہ ہے
آوارگی کے ذوق میں آوارہ ہے
کالج میں بھی پڑھتا تھا کتابی چہرے
ایف بی پہ بھی اِس شوق میں آوارہ ہے



استادوں کا کیا کام ہے کڑھنے کے سوا
شاگردوں پہ ہر آن بگڑنے کے سوا
شاگرد بھی کالج میں اگر جاتے ہیں
ہر کام کیا کرتے ہیں پڑھنے کے سوا

بس شعر ہی لکھتے ہو، بھلا کیا ہو تم؟
پڑھ لکھ کے بھی ایسے ہو بھلا کیا ہو تم؟
جاتے ہو تو لوٹ آتے ہو بزمِ شعری
شاعر ہو؟ لٹیرے ہو، بھلا کیا ہو تم؟



سب سے نہیں ملتے ہیں، بڑے صاحب ہیں
ڈھب سے نہیں ملتے ہیں، بڑے صاحب ہیں
خود اِن کے ہی بچے اِنہیں بھولے ہوئے ہیں
کب سے نہیں ملتے ہیں، بڑے صاحب ہیں



ہم تاڑوں سے نالاں ہیں یونہی بونگے
بیکار میں بھاشن کے نہ ماریں ٹھونگے
اِک اور نظر ڈالیں حسینوں پر کیوں؟
جب پہلی نظر سے ہی نہ فارغ ہوں گے

جا جا کے یونہی آہ و بکا کیا کرتا
تا عمر میں دفتر میں رُلا کیا کرتا
سمجھوتہ ''اُصولوں'' پہ نہ کرتے بابو
دیتا نہیں رشوت تو بھلا کیا کرتا

جب بیوٹی کلینک سے کوئی نکلی تھی
قتالۂ عالم وہ ہمیں لگتی تھی
کچھ بھی نظر آتا نہیں تھا اُس کے سوا
(گو بعد میں عینک تو بدل بھی لی تھی)

بیوی سے ہی قبلہ ہے سدا کنبے کا
دم بھرتی ہے میکے سے جڑے رشتے کا
شوہر کی طرف سے ہوں اگر رشتہ دار
رشتہ ہے فقط اُن سے تو ''اِٹ کُتّے'' کا

لیتے نہیں یوں رسک کوئی بھی واللہ
ہم لوگ ہیں کرتوتوں سے اپنی آگاہ
ہو جائیں نہ پڑھ کر کہیں خود چھو منتر
"لاحول ولا قوۃ الا باللہ"

زیبا ہے تعصب کہاں دِل والوں سے
وہ بات نہ کہ نہیں جس کی سینس
کیوں عاشق و معشوق پہ پابندی ہے
زوجین میں جبکہ نہیں "سوشل ڈسٹینس"

کیا جانیے اسٹاپ ہیں یا کامہ ہیں؟
پتلون ہیں، شلوار ہیں، پاجامہ ہیں!!
سمجھے جو سمجھتا ہے زمانہ کیا آئی
ہم اپنے حسابوں میں تو علامہ ہیں

مانا کہ یہ فدوی کوئی حاجی تو نہیں
یہ مسئلہ کچھ غیر سماجی تو نہیں
ہو دیدنی تو حسن کو تاڑے جانا
ایسی کوئی رنگین مزاجی تو نہیں

یہ دل میں کیا ارماں لئے بیٹھے ہیں وہ
کچھ بھنگ وغیرہ پیے بیٹھے ہیں وہ؟
اِک بیوی کے نخرے نہ اُٹھا پائے ہیں
اور چار کی گنتی کیے بیٹھے ہیں وہ

یوں زیست میں ہے ایک تجھ ہی کا نشہ
جیسے ہو کسی کہنہ نشئی کا نشّہ
یوں مجھ پہ ترے عشق کا جادو ہے سوار!
جیسے ہو موبائل کا کسی کو نشّہ

مشتری ہوشیار باش

کتاب کا نام	کچھ میٹھا ہو جائے۔
شاعر	نوید ظفر کیانی۔
وضاحت	یہ نوید ظفر کیانی کے طنز و مزاح پر مبنی مجموعۂ کلام ہے، جسے برقی کتاب کے طور پر شائع کیا جا رہا ہے۔
کاپی رائٹ	جملہ حقوق بحق شاعر محفوظ۔
اجازت	اس کتاب کو حوالہ جات یا غیر کاروباری نقطۂ نظر سے استعمال کیا جا سکتا ہے یا اس کا اشتراک کیا جا سکتا ہے تاہم اس میں کسی قسم کی کانٹ چھانٹ یا اس کی شکل تبدیل کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ اِس کے لئے شاعر کی پیشگی اجازت ضروری ہے۔
صفحات	۲۵۰
سالِ اشاعت	۲۰۲۰ء
سنِ اضافہ	۲۰۲۰ء
پبلشر	نوید ظفر کیانی۔
ویب سائٹ	http://naveedzafarkiani.wordpress.com
فیس بک	http://www.facebook.com/nzkiani
برقی ڈاک	nzkiani@gmail.com

